صدیق نمبر

# قائد

مرتبہ سید اختر اسلام

قیمت ۱۲/

مکتبہ شمیم مرادآباد

چندہ سالانہ دو روپے
ششماہی ڈیڑھ روپیہ
فی پرچہ ۳ر

# قائد

ممالک غیر سے
سالانہ ۶ شلنگ
نمونہ کا پرچہ مفت

جلد ۳ بابت ماہ مارچ و اپریل سنہ ۴۸ء نمبر ۱

# نگاہِ اوّلین

**احتساب** | سنہ ۵۵ء ختم ہوگیا۔ "قائد" کی دو جلدیں مکمل ہوگئیں تیسری جلد شروع ہورہی ہے۔ آئیے پہلے ذرا اس دو سالہ دور پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں۔ اور اس دو سالہ تاریخ کو غائر اور منصفانہ نظر سے دیکھیں اور اس کی خدمات کا جائزہ لیں اور ماضی کو احتسابی نظر سے اُس نظریہ کی روشنی میں دیکھیں جس کا اعلان قائد نے آج سے تقریباً دو برس پہلے اپنا تعارف کراتے ہوئے متوکلاً علی اللہ کیا تھا کہ قائد سوشلزم، کمیونیزم اور دوسرے انسانی دماغوں کے مخترعہ نظام حکومت کے مقابلہ میں ملت اسلامیہ کے سامنے ایسی حکومت کا نقشہ پیش کرنا چاہتا ہے جو نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ عالم انسانیت کے لئے امن و امان، روحانی و مادی اطمینان و سکون کا ضامن ہے، فطرت کی عین منشا کا پورا کرنے والا ہے تو بلاشبہ یہ حقیقت اپنی پوری تابانی کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ "قائد" معیار زندگی پر پورا ہے۔ قائد کا دو سالہ فائل بلکہ ہر نمبر اور ہر صفحہ ہر سطر ہمارے دعوے کی تصدیق اور برہان کامل ہے۔ ہمیں اس کے اظہار میں ذرا بھی جھجک محسوس نہیں ہوتی اور ہم تحدیث و نعمت کے طور پر باوجود اعتراف کمال عجز بڑے فخر و مباہات سے ظاہر کرسکتے ہیں کہ خداوند عالم نے "قائد" کے صفحات سے اس دو سالہ میں وہ خدمت لی ہے کہ جس کی نظیر سے صحافتی دنیا خالی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ قائد اپنی کامیابی پر اپنے اراکین تحریر بالخصوص حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب کا مشکور ہے اور اُن کی جناب میں جذبات احترام پیش کرتا ہے۔

لیکن جہاں یہ دور اس حیثیت میں کامیاب ہے وہیں اس سے ذرا ہٹ کر مالی حیثیت پر اگر نظر جاتی ہے تو انتہائی تاریک اور بھیانک منظر دل کے سامنے پھر جاتا ہے۔ ادھر تو ادارہ کا دامن بجز جذبہ خدمت اخلاص۔ توکل علی اللہ ہر طرح کے ظاہری ساز و سامان سے خالی اُدھر ان حضرات کی عام بے توجہی جو دنیائے اسباب میں سہارا ہوسکتے ہیں۔ اگرچہ نظریہ کی ندرت وقتی اقتضاء کی اہمیت کا مطالبہ غیر معمولی قدر و توجہ تھا۔ لیکن ہمیں یہ تلخ حقیقت ظاہر کرنے میں شرم آتی ہے کہ غیر معمولی توجہ تو درکنار قائد کو اتنے خریدار بھی مہیا نہ ہوسکے کہ قائد اپنا خرچ خود برداشت کرسکے اور دفتری نظام کو قائم کرسکے جو ادارہ کی اساس ہے۔ حالانکہ چھ ہزار خریداروں کا ایسے رسالہ کے لئے فراہم ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ لیکن مزید سعی تو بعد کی چیز ہے اپنا چندہ وقت پر ادا کرنا بھی دشوار اور اس میں بھی غیر معمولی تساہل جس کی وجہ سے قائد کو ڈیڑھ دو ہزار کے درمیان خسارہ برداشت کرنا پڑا اور بڑی صبر آزما اور پریشان کن حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ ایسے ناساعد حالات میں اور پھر ایسے گرانی کے زمانہ میں "قائد" کا جاری رہنا، چاہے بدنظمی کے ہی ساتھ سہی مقاصد کا اعجاز اور خدائے ذوالجلال کی تائید غیبی اور اس کی عنایات غیر متناہیہ کا ایک حیرت انگیز اور معجب کرشمہ ہے۔ ورنہ بغیر تائید خداوندی ایسی مشکلوں، مصیبتوں اور آزمائشوں کی طوفان خیزیوں میں "قائد" کا فنا کے گھاٹ اترنا بالکل ناگزیر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس فیاض اور کارساز حقیقی کی اس تائید اور توفیق پر سپاس گزار ہونا ادارہ قائد کی امکانی چیز نہیں بنا بریں مسرت اور شادمانی سے کہیں زیادہ تشکر اور امتنان کے جذبات کے ساتھ تیسرے سال کی افتتاحی تقریب میں یہ سالنامہ پیش کرنے کا فخر حاصل کررہے ہیں جو سیدنا

...صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت مقدسہ میں تمام خصوصیات اور حالات پر جامع اور بےنظیر مرقع ہے اور اگر یہ کہدیا جائے کہ اپنے عنوان پر ...بڑی ضخیم جلدوں کا نچوڑ ہے تو کوئی بیجا نہیں۔ اور ساتھ ہی اپنی ظاہری دیدہ زیبی اور دلفریبی کے لحاظ سے قائد کی تاریخ میں اپنی نظیر آپ ہے۔ ...اندار مستقبل کی تمہید ہے۔ وہو علیٰ ما نقول وکیل۔ خدا کرے یہ نمبر ادارہ کے لئے موجب خیر و برکت ہو۔

اب ہم ان حضرات کے سامنے سراپا سپاس ہیں جنہوں نے ہماری درخواست کو قبول فرما کر ہم پر احسان فرمایا اور قائد کو اپنے رشحات قلم کا ...بخشا اور ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب اور صدیق نمبر کی شان کو دو بالا کیا اور اس میں چار چاند لگائے اور متوقع ہیں کہ آئندہ بھی لگے ...ے قائد کو نوازتے رہیں گے اور ساتھ ہی ان حضرات کا کہ جنہوں نے اس سال خریداری منظور فرما کر ہمیں اس پیش کش کا موقعہ دیا شکریہ ادا کرنا چاہئے ...اور قائد کی تاخیر اشاعت کی معافی بدیں الفاظ چاہتے ہیں کہ قائد میں تاخیر بعض اہم اور ضروری مضامین کی تاخیر سے وصول ہونیکی وجہ سے ہوئی ہے۔ ...ہمارا ارادہ ۱۵ مارچ کو اشاعت کا قطعی تھا۔

نامناسب نہ ہوگا کہ اس موقع پر ادارہ قائد اپنے ان مخلص کرمفرماؤں کی خدمت میں اپیل کرے جن کو قائد اور اس کے مقاصد سے اُنس ...فی زمانہ اس کے وجود کو ملت اسلامیہ کے لئے مفید اور ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ماضی کی غمناک داستان سُنکر اپنے دل میں کوئی ٹیس محسوس کر رہے ہیں ...کے دل میں اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے کوئی تڑپ موجود ہے۔ جن کے دل میں فرامین الٰہیہ اور ارشادات نبویہ کی تبلیغ کے لئے ...اضطراب موجود ہے اور جو حکومت الٰہی کے نقشہ سے ملک کو آشنا دیکھنا چاہتے ہیں کہ جس طرح سے قائد کی خدمت اور اُسکی بقا ہمارا فرض ہے ...طرح ادارہ قائد کا ممبر ہونیکی حیثیت سے آپکا بھی فرض ہے بلکہ مالی ذمہ داریاں تمامتر آپ ہی حضرات پر ہیں۔ جناب والا نے قائد کا چندہ ...ہا کر صرف خریداری کو ہی منظور نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس مشن کی جس کا مطمح نظر حکومت الٰہی کی تبلیغ ہے ممبری قبول فرمائی ہے اور آپ نے ...ذمہ اس مشن کی خدمت لی ہے جس کا بیڑا ہم نے اٹھایا ہے۔ لہٰذا جناب والا اپنے فرائض محسوس فرمائیں اور قائد کی مشکلا... ...ہیں تاکہ ادارہ اسباب سے بے نیاز ہو کر مقاصد کی تکمیل میں یکسو ہو جائے۔

اس سلسلہ میں ہم محترم مولانا محامد اللہ میاں صاحب انصاری مقیم علی گڈھ کالج کی تجویز پیش کرتے ہیں جو مولانائے محترم نے گذشتہ ...قائد کی زبوں حالی سے متاثر ہو کر پیش فرمائی تھی۔ جس کو ہم نے ربیع الاول کے پرچے میں بھی نقل کیا تھا۔ ہمیں امید ہے کہ ناظرین قائد ...تجویز کا خاطر خواہ استقبال کریں گے اور اس کو صدا بصحرا نہ ہونے دیں گے

(۱) جو حضرات یکمشت دس روپیہ مرحمت فرمائیں گے وہ ارکان خصوصی کہلائیں گے۔

(۲) جو حضرات یکمشت پانچ روپیہ مرحمت فرمائیں گے وہ معاون کہلائیں گے۔

(۳) جو حضرات دو روپیہ سالانہ کے پانچ خریدار مہیا فرمائیں گے وہ ہمدرد کہلائیں گے۔

## ضروری اور مسرت بخش اطلاعات

**...ندہ نمبر** جو حسب دستور ۱۵ مئی کو شائع ہوگا اس میں مندرجہ ذیل خصوصی مضامین ہوں گے۔ جو اپنی نوعیت میں یکتا اور مستند تصانیف کے ...ؤں صفحات کا نچوڑ ہیں اور دلچسپی تحریر کا اندازہ ناظرین کرام مطالعہ کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔

نمبر۱ اسلام اور سیاست نمبر۲ صدیقیت ——— عنوان نمبر۲ میں مندرجہ ذیل ضمنی مضامین ہوں گے۔ (بقیہ مضمون صفحہ ۶۷ پر)

# سیدنا صدیق اکبر

(از مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارکپوری)

گنبدِ حسن میں تھی عشق کی آواز نہاں ذات لیلےٰ تو تھی موجود مگر ناز نہاں
بر بطِ مطربِ فطرت میں تھا اک ساز نہاں سازِ ہستی میں ازل ہی سے تھا اک راز نہاں
آخر اس راز کی اس طرح سے تحقیق ہوئی
عشق والوں پہ عیاں صورتِ صدیق ہوئی

وارثِ تختِ شہنشاہِ رسولاں ہو کر تاجِ اسلام کا اک گوہرِ تاباں ہو کر
ملتِ احمدِ مرسل کا نگہباں ہو کر مثلِ بو گلشنِ ملت میں پریشاں ہو کر
خاتمِ دین و خلافت کا نگینہ بن کے
آ گیا امتِ احمد کا سفینہ بن کے

اُسکی عصمت کی عدالت کی صداقت کی قسم حاملِ بارِ نبوت کی خلافت کی قسم
اُس شہنشاہ ولایت کی امامت کی قسم اُس مقنن کے نرے طرزِ سیاست کی قسم
اس کے کردار میں تھی شانِ پیمبرؐ موجود
اُس کے آئینہ ہستی میں نبوت کی نمود

فتنۂ عنسی و کذاب مٹایا اُس نے زورِ ردّت کا زمانے سے ہٹایا اُس نے
فارس و روم کو مٹی میں ملایا اُس نے کفر کو موت کا پیغام سُنایا اُس نے
محفلِ ساقی یثرب کو سجایا پھر سے
شمع اسلام کو دنیا میں جلایا پھر سے

بحرِ اسلام کا اک گوہرِ نایاب عتیق کعبۂ صدق و صفا، دین کا اک باب عتیق
دردِ اسلام سے اکثر رہا سیماب عتیق فرقتِ شہ میں ہوا ماہیٔ بے آب عتیق
ثانی اثنین ہے اللہ کا شیدائی ہے
مر کے بھی پہلوئے احمد میں جگہ پائی ہے

# صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

## ولادت۔ نام۔ لقب۔ خاندانی خصوصیت

دو سو سال چھ ماہ گذرے جب تاریخ عرب کا وہ مشہور واقعہ
آ چکا ہے۔ جس کو "واقعہ اصحاب فیل" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے
پیر کا روز ہے۔ صبح کا سہانا وقت۔ فضا مکہ خاموش ہے۔
ابو قحافہ کو بشارت دی جاتی ہے "فرزند سعید مبارک ہو"
حافہ کے دل و دماغ پر فاطر ہستی کی عظمت و جلالت پرتو انداز
ہے۔ اس کا قلب اس خالق کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس کو
تمام معبودوں میں سب سے بڑا مانتا تھا۔ اس بشارت پر شکر اور
ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس بچہ کو اسی خالق و قادر کا بندہ
پکارتا ہے۔ یعنی "عبداللہ" نام تجویز کرتا ہے۔ ماہران نسب کا خیال
ہے کہ اصل نام عبدالکعبہ تھا۔ اسلام لانے پر رسول اللہ صلی اللہ
وسلم نے عبدالکعبہ کے بجائے عبداللہ نام تجویز فرمایا۔

**عتیق** آپ کو عتیق بھی کہا جاتا تھا۔ اس کی چند وجہ بیان کیگئی ہیں
اصل نام یہ بھی تھا (۲) آپ حسین تھے۔ (۳) آپکا نسب
سے پاک اور صاف تھا (عتیق کے معنی شریف بھی آتے ہیں)
جب آپ پیدا ہوئے تو والدہ ماجدہ خانہ کعبہ کے سامنے آپ کو
اور کہا کہ خداوندا یہ تیرے نام پر موت سے آزاد ہے۔ یہ اس
کہ ان کے بچے مرجایا کرتے تھے۔ (لفظ عتیق کے معنی آزاد بھی ہیں)
آپ قدیم الاسلام تھے۔ اور امور خیر میں سبقت کیا کرتے تھے۔
عتیق کے معنی پرانے کے بھی آتے ہیں)
(۶) رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے آپ کو جہنم سے آزادی
بشارت دی تھی۔

**صدیق** آپ کا لقب تھا کیونکہ (۱) آپ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیغام کی تصدیق کی (۲) شب معراج کے واقعہ کو سنکر بھی سب سے پہلے آپ نے تصدیق فرمائی (سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ قسم کھایا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالی نے صدیق کا لقب آسمان سے نازل فرمایا (طبرانی بحوالہ فتح الباری صـــ)

**ابوبکر** آپ کی کنیت تھی۔ اگرچہ آپ کے کسی بیٹے کا نام بکر نہ تھا۔

**خاندان** بنو تیم یا تیمی تھا۔ جو قبیلہ قریش کی ایک شاخ ہے۔

**خاندانی خصوصیت** یہ فضیلت ساری امت میں صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے مخصوص ہے کہ آپ خود بھی صحابی تھے آپ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ بھی صحابی اور آپ کی اولاد اور اولاد کی اولاد بھی صحابی۔ یعنی متواتر چار پشتوں نے شرف صحابیت حاصل کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

## صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے

آپ فطری طور پر نیک نفس۔ ذہین۔ ذکی۔ سواماہ فہم۔ سنجیدہ پاکباز۔ رحم دل۔ مخیر۔ مردم شناس۔ خوددار اور بہادر تھے۔

آپکے اخلاق عالیہ کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ "ابن دغنہ" کافر نے آپ کی تعریف میں وہی الفاظ ادا کئے۔ جن الفاظ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی تھی

| | |
|---|---|
| انک تکسب المعدوم | آپ بینظیر کارنامے انجام دیتے ہیں اقارب کے |
| وتصل الرحم وتحمل الکل | ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں درماندہ اور |
| وتقری الضیف و | سواری کے ضرورتمند کو سواری دیتے ہیں۔ |
| تعین علی نوائب | مہماں نواز ہیں۔ مصائب زمانہ کے وقت آڑے آکر |
| الدھر (بخاری شریف) | لوگوں کی امداد کرتے ہیں۔ |

اور لطف یہ ہے کہ یہی الفاظ ابن دغنہ نے کفار مکہ کے سامنے ادا کئے جن کی کوئی شخص تکذیب نہ کر سکا۔

یہی اخلاق و اوصاف تھے۔ کہ کفار قریش نے اسلام سے پیشتر اپنے جمہوری نظام حکومت میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دیت، خونبہا۔ اور جرمانوں کا جج بنا رکھا تھا (تاریخ ابن خلدون)

قریش کے دس آدمی وہ ہیں جو زمانہ جاہلیت میں بھی معزز اور مقتدر رہے اور اسلام لانے پر بھی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ ان سب سے اونچا ہے (تاریخ الخلفا)

آپ ہر ایک فحش سے ہمیشہ پاکدامن رہے۔ آپ نہ کبھی خدا کے منکر ہوئے اور نہ کبھی شرک و بت پرستی کے مرتکب ہوئے۔ ابن جوزی نے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے۔ جو اسلام لانے سے پیشتر بھی بت پرستی سے متنفر تھے۔

آپ نے کبھی شراب نہیں پی۔ آپ سے دریافت کیا گیا (زمانہ جاہلیت میں جب کہ شراب کا عام رواج تھا) شراب سے [illegible] رہے۔ فرمایا عزت اور انسانیت کی خاطر۔ کیونکہ جو شراب [illegible] اپنی عزت آبرو کھو دیتا ہے۔ انسانیت سے گذر جاتا ہے [illegible]ین اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شراب کی قباحت کا احساس ابتدائے عمر میں ہی ایک واقعہ سے ہو گیا تھا۔ آپ تشریف لے جا رہے تھے کہ ایک شرابی کو دیکھا جو نشہ میں چور تھا۔ ایک جگہ پاخانہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور پاخانہ کا نوالہ ہاتھ میں لے رکھا تھا۔ وہ اس کو کھانے کیلئے منہ کے قریب لیجاتا مگر جب اُس کی بدبو دماغ کو چڑھتی تو ہٹا لیتا تھا۔ آپ نے فرمایا اسے یہ خبر بھی نہیں کہ کیا کر رہا ہے۔

**قابلیت** اس زمانہ کے علوم میں آپ کو کافی دسترس حاصل تھی نوشت و خواند۔ علم انساب۔ تاریخ عرب۔ شعر و بلاغت کے آپ بہترین ماہر تھے مگر اسلام کے بعد آپ نے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔

**ذریعہ معاش** تجارت تھا۔ جس کے سلسلہ میں آپ شام وغیرہ دیگر ممالک کے سفر کرتے رہا کرتے تھے۔ جس نے آپ کے تجربہ مردم شناسی اور دانشمندی میں چار چاند لگائے تھے۔ آپ کی تجارت کامیاب تھی۔ ہزاروں درہم آپ کے پاس جمع رہا کرتے تھے۔

## صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور قبول اسلام

بعثت کی خبر پاتے ہی آپ ایمان لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا تھا۔ میں نے ندا دی ایمان لے آؤ۔ تم لوگوں نے کہا جھوٹ ہے۔ ابوبکر نے کہا بالکل سچ ہے

## سب سے پہلے کون مسلمان ہوا

آزاد مردوں میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آزاد عورتوں میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آزاد لڑکوں میں سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ۔ غلاموں میں سیدنا زید بن حارث۔ باندیوں میں حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے اشعار ہیں

اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ　　فاذکر اخاک ابابکر بما فعلا
جب کبھی تمہیں کسی سچے بھائی کا غم یاد آئے　　تو اپنے بھائی ابوبکر کو یاد کرو کہ کیا نمایاں کیا
خیر البریۃ اتقاھا و اعدلھا　　الا النبی و اوفاھا بما حملا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ساری مخلوق میں سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ اس بار کو پورا کرنے والے جس کو وہ اٹھا لیتے تھے۔

والثانی التالی المحمود مشھدہ　　و اول الناس منھم صدق الرسلا

وہی جو غار حرا میں دوسرے شخص تھے جو اپنے ارادے اور ہمت کو حضرت حق کی طرف پھیر دینے والے جنکی حاضری محمود رہی اور جو تمام مخلوق میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے سارے رسولوں کی تصدیق کی

**سب سے پہلے قبول اسلام کے وجوہات** حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصف میں ابن دغنہ نے جو الفاظ ادا کئے تھے۔ وہ پہلے گذر چکے۔ ان اوصاف سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی طبیعت کس قدر

علیم واقع ہوئی تھی اور رشد وہدی کے کس قدر قریب تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

| | |
|---|---|
| وہ غایت فی مدح ان صفات | یہ انتہائی تعریف ہے۔ کیونکہ |
| نبی صلی اللہ علیہ وسلم منذ | رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اوصاف |
| نشاؤ کانت اکمل الصفات | شروع ہی میں کامل ترین تھے۔ |

(اصابہ صفحہ ۱۰۳/۴)

ایسے کامل واکمل صفات کے مالک کے قبول اسلام میں اگر دیر ہوسکتی تھی تو صرف اس باعث کہ اسلام کا ابتک ظہور نہ ہوا تھا۔ پھر جیسے ہی آفتاب اسلام کی کرنیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قلب پر پڑیں فوراً ہی نور سے جگمگا اٹھا

(۲) ایک عرصہ پیشتر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کا امتحان کر رہے تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا تو صدیق اکبر کی فطری سعادت نے انکار گوارا ہی نہ کیا۔

(۳) کچھ ایسے واقعات بھی پیش آچکے تھے جن کی بنا پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دعوت اسلام کے ظہور کا انتظار تھا۔ مثلاً

(الف) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور زید بن عمرو بن نفیل دونوں حرم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امیہ بن ابی صلت ادھر آ نکلے۔ کہنے لگے بتاؤ۔ یہ نبی جن کا انتظار ہے ہمارے خاندان میں سے ہوں گے۔ یا تمہارے خاندان میں سے یا فلسطین والوں میں سے (حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں) میں نے اس سے پیشتر نہ سنا تھا کہ کسی نبی کا انتظار ہے۔ یا کوئی نبی مبعوث ہوگا۔ بہر حال میں وہاں سے اٹھ کر ورقہ بن نوفل کے پاس پہنچا اور پورا واقعہ بیان کیا۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کہ ہاں بھتیجے ہمیں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور ان کے علماء نے بتایا ہے کہ جس نبی کا انتظار ہے وہ عرب کے شریف ترین اور اعلیٰ نسب خاندان سے ہوگا۔ اور مجھے ان کا نسب معلوم ہے۔ اور تمہاری قوم (یعنی قریش) اپنے نسب میں تمام عرب سے اعلیٰ ہے۔

**صدیق اکبر** چچا جان! نبی کیا بتایا کرتے ہیں۔

ورقہ بن نوفل ۔ جو ان کو بتایا جاتا ہے وہی بتاتے ہیں۔ وہ ظالم نہیں ہوتے۔ ظالموں کا ساتھ نہیں دیتے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم مبعوث ہوئے میں ایمان لے آیا۔ اور تصدیق کی ؎

# صدّیقی کارنامے

## فرائض نبوت کی ادائیگی میں صدیق اکبر کا حصہ

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان من امنّ الناس علیّ فی مالہ وصحبتہ ابو بکر (بخاری شریف۔ مسلم شریف۔ ترمذی شریف) مال اور رفاقت کے اعتبار سے جس شخص کا سب سے زیادہ مجھ پر احسان ہے وہ ابو بکر ہیں۔

(۲) سید الکونین کا ارشاد ہوا۔ جس جس کا ہم پر احسان تھا ہم نے اس کی مکافات کردی۔ مگر ابو بکر کے ہمارے اوپر وہ احسانات ہیں جن کی خدا ہی قیامت کے روز مکافات کرے گا۔ کسی کے مال نے مجھے اتنا نفع نہیں پہنچایا۔ جتنا کہ ابو بکر کے مال نے ۔ ترمذی شریف)

(۳) میں اگر اپنی امت میں سے کسی کو خلیل (جگری دوست جس سے ہر چیز ہیچ ہو) بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔ مگر میرا خلیل اللہ ہے میرے بھائی اور میرے رفیق ہیں۔ (بخاری شریف۔ ترمذی شریف ۔ شریف)

سید الکونین۔ صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کے بعد جو آفتاب نیمروز کی طرح غیر قابل تردید ہیں۔ نہ صرف یہ کہ کارناموں کا بیان کرنا زائد از ضرورت ہے۔ بلکہ ہماری طاقت اور بالخصوص اوراق کی وسعت سے خارج ہے۔ مگر مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ ۔ حقیقت یہ ہے کہ رحمت حق نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو نوع انسان کی فلاح اور برتری کے لئے جس دعوت کا داعی جس تحریک کا محرک۔ اور جس عظیم الشان بنیاد کا بانی بناکر بھیجا تھا اس کے لئے ایک ہمدم۔ ہمراز مخلص۔ ایثار شیوہ۔ محب جان نثار کی ضرورت تھی۔ وہ یہی ابو بکر تھے۔ جنہوں نے اپنی جان۔ اپنا مال۔ اپنی آل اولاد غرض ہر ایک چیز کو سرور کائنات کے قدموں پر نثار کردیا۔

کس قدر عزیز ہوگا وہ دوست۔ جس کی طبیعت اپنی طبیعت کے موافق ہو۔ بال برابر فرق نہ ہو۔ جن آنکھوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ جن دوستوں یا دشمنوں نے ان دونوں کو آزمایا۔ ان دونوں کی طبیعتوں اور مزاجوں کو پرکھا۔ انہوں نے ان دونوں کے فطری اور طبعی خصائل کے لئے ایک ہی عبارت استعمال کی

غار حرا کے عجیب وغریب واقعہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرعوب کردیا تھا۔ تو حضرت خدیجہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دیتے ہوئے کہا تھا۔

| | |
|---|---|
| انک تکسب المعدوم و | آپ مفلس و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔ |
| تصل الرحم۔ وتحمل الکل | قرابتداروں کا خیال رکھتے ہیں۔ مہمان نوازی |
| وتقری الضیف وتعین | مصیبت زدوں کی حمایت اور امداد |
| علے نوائب الدھر۔ | کرتے ہیں (بخاری شریف باب بدء الوحی) |

پھر یہی الفاظ تھے جو ابن دغنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال کئے۔ جب کہ حضرت صدیق اکبر کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر مکہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ تشریف لے جارہے تھے۔ اور ابن دغنہ نے باوجودیکہ کافر تھا مگر ایسے شخص کے ترک مکہ کو اہل مکہ کے لئے انتہائی شقاوت اور انتہائی رسوائی سمجھکر پناہ دیدی تھی۔ (تفصیل آئندہ آئے گی)

ایک اور عجیب وغریب لطیفہ ہے۔ اس کو محفوظ رکھئے۔

حضرت حق جل مجدہ کا وصف ہے۔ ارحم الراحمین (رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب ہے۔ رحمۃ للعالمین۔ (تمام جہانوں کے لئے رحمت)

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حم امتی بامتی ابوبکر (ساری امت میں سب سے زیادہ میری ...ت پر مہربان اور رحیم ابوبکر ہیں)

الحاصل طبیعت کی یہ موافقت - اور پھر وہ خلوص جس کی نظیر ... ساری امت بلکہ ساری دنیا خالی ہے - تمام عظیم الشان کارناموں کی ... دلیل ہے - اور ایسے شخص کے کارناموں کا شمار کرانا ناممکن ہے - مگر ... چند کارنامے بطور نمونہ درج ذیل ہیں

...وع اسلام اور صدیق اکبر | سب سے پہلا مرد جو رسول اللہ ... اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لایا - جس نے ایک ...گے لئے بھی تردد نہیں کیا - جو گویا پہلے ہی سے اس دعوت کا منتظر تھا ... صدیق اکبر - رضی اللہ عنہ ہیں -

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی - حضرت ...ں رضی اللہ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں شکر رنجی ہو گئی - ...ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ کو بہت تکلیف ہوئی - اور ... نے ایک اضطرابی کیفیت میں فرمایا -

"کیا تم میری خاطر - میرے دوست "ابوبکر" کو معاف نہیں رکھ ... - کہاں اس کی شان - اور کیا تمہاری حیثیت - واللہ تمہارے سب کے ...ازوں پر ظلمت اور تاریکی رہی - صرف ابوبکر ہی ہیں جن کے دروازہ ... رہا - (ابن عساکر)

خدا نے مجھے تمہاری جانب مبعوث فرمایا - تم نے کہا "جھوٹ ... ہو - مگر ابوبکر نے کہا - سچ کہتے ہو - اور جان و مال سے میری ہمدردی ... کیا تم میری خاطر میرے دوست کو معاف رکھو گے - (بخاری شریف)

دربار رسالت کے جادو بیان شاعر حضرت حسان رضی اللہ ...ں عنہ فرماتے ہیں -

...تذکرت شجوا من اخی ثقة | جب کسی صاحب اعتماد کے غم واندوہ
...کر اخاک ابابکر بما فعلا | کو بیان کرو - تو اپنے بھائی ابوبکر
... کارناموں کا ضرور ذکر کیا کرو -

خیر البریة اتقاها و اعدلها | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری مخلوق
بعد النبی واوفاها بما حملا | میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ متقی سب سے زیادہ

انصاف پسند اور سب سے زیادہ عہد اور وعدے کو پورا کرنے والے اپنے عمل سے -

الثانی التالی المحمود مشهده | (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) دوم
واول الناس منهم صدق الرسلا | نمبر پر جن کی حاضری مستحق حمد رہی اور

تمام انسانوں میں سب سے پہلے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطوں سے تمام رسولوں کی تصدیق کی - (حاکم)

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر محققین کی رائے ہے کہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے مسلمان صدیق اکبر ہیں - آزاد عورتوں میں حضرت خدیجہ - آزاد بچوں میں حضرت علی - غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ اور باندیوں میں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہم اجمعین (تاریخ الخلفاء و فتح الباری ج ۷)

مسلمان ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک وزیر کی حیثیت سے رہے - تحریک اسلام میں آپ مشیر خاص تھے - بلکہ ابتدا میں صرف آپ ہی مشیر ہوتے تھے -

کیونکہ آپ کے سوا حضرت خدیجہ اور ام ایمن عورتیں تھیں زید بن حارثہ غلام - ظاہر ہے کہ عورتوں یا غلام میں وہ استحکام تجربہ اور حزم نہیں ہو سکتا - کہ خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کے فرائض کی ادائیگی اور مہمات تبلیغ میں بہتر مشورہ دے سکیں - اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بچے تھے -

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے - ابوبکر صدیق کی حیثیت وزیر جیسی تھی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا کرتے تھے -

تبلیغ | صداقت - خلوص - نوع انسان کی ہمدردی جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے خصوصی اوصاف تھے - جن کی بنا پر آپ کو صدیق اور ارحم امتی جیسے خطاب مرحمت ہو گئے - ان اوصاف کا تقاضا تھا کہ جس دولت سے آپ بہرہ اندوز ہوئے ہیں دوسروں کو بھی اس میں شریک کریں

چنانچہ اسلام کے پہلے دن بلکہ پہلے لمحہ سے آپ کے دل میں تبلیغ کی لگن لگتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی عام تبلیغ کا حکم نہیں ہوا۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست راست بنکر خاص خاص حضرات سے تبادلہ خیالات شروع کر دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سال ڈیڑھ سال کے عرصہ ہی میں وہ سترہ حضرات اسلام سے مشرف ہو جاتے ہیں جو تعمیر اسلام کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان بن عفان۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ حضرت زبیر بن العوام۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ حضرت سعد بن ابی وقاص۔ حضرت طلحہ بن عبداللہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اور معدن اسلام کے سب سے تاباں اور درخشاں جواہر ہیں آپ کی جدوجہد سے ہی مشرف باسلام ہوئے۔ حضرت عثمان بن مظعون۔ حضرت ابوسلمہ اور حضرت خالد بن سعید بن العاص بھی آپ کی مبارک سعی سے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

## سب سے پہلی مسجد اور اس کے بانی

علانیہ دعوت کے ...کا مخفی روحانی اثر بھی سعید روحوں کو اسلام کی طرف مائل کرتا ...مکان کے صحن میں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی۔ اور اس ...خشوع سے عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نہایت ...ین القلب تھے۔ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے لوگ آپ کے گریہ وبکا کو دیکھکر جمع ہو جاتے اور اس منظر سے نہایت متاثر ہوتے (بخاری شریف)

## قیام مکہ اور جان ومال اور اولاد کی قربانی

بعثت کے بعد دو سال تک عام تبلیغ کا حکم نہیں تھا۔ اس کے بعد ارشاد الٰہی نازل ہوا وانذر عشیرتک الاقربین۔ گھرانے کے آدمیوں کو جو رشتہ میں زیادہ قریب ہیں تبلیغ کرو۔

---

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعوت کر کے ان سب حضرات کو شرکت کی دعوت دی۔ جب کھانے وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فریضۂ تبلیغ ادا فرمایا۔

یہ پہلا دن تھا کہ قریش نے مخالفت شروع کی۔ ابولہب جو رشتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوتا تھا۔ کھڑا ہوا۔ وہیں منہ پر سخت سُست کہا۔ غرض اسی وقت سے مقابلہ شروع ہو گیا۔ طرح طرح کی مخالفت ہونے لگی۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کیلئے اسلام کا اظہار مشکل ہو گیا۔

وہ مکہ جو "آمن" (امن دینے والا تھا) وہ خدا کی زمین جہاں جانوروں کو بھی پناہ ملتی تھی۔ وہ حرم پاک جس کی گھاس کاٹنی بھی ممنوع ہے۔ وہ ارض پاک جس کی حرمت اور عظمت کے باعث قریش مکہ مامون تھے۔ اور عرب کی فتنہ زا سرزمین میں جو عموماً خانہ جنگیوں کا میدان جنگ بنی رہا کرتی تھی یہ خاک پاک دنیا کے ہر چھوٹے بڑے انسان کے لئے پناہ گاہ تھی۔ مگر نہیں پناہ تھی تو اسلام کا نام لینے والوں کے لئے۔ جو مسلمان ہوتا اس کے لئے پہلا انعام یہ تھا کہ اوباش قریش۔ معاذ اللہ دل کھول کر اسکو ستاتے۔ نہ صرف مقاطعہ اور سوشل بائیکاٹ کرتے بلکہ فوجداری کرتے۔ اچھا خاصا لاٹھی چارج ہوتا۔ غریب کو خوب پیٹا جاتا۔ لہولہان کر دیا جاتا۔

اس تیرہ سالہ دور شدت وابتلا میں جو شخص پیش پیش ہوتا وہی سب سے زیادہ مبتلا گزند ہوتا۔

مگر آپ کو معلوم ہے "محمد رسول اللہ" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ قریش کے یہ ظالم کس کا نام لیتے تھے۔ وہ اسلام کے ہی ہیرو تھے جن کا خطاب مبارک "صدیق اکبر" ہے۔ اور کفار مکہ نے جنکو "مجنوں" کا خطاب دیا تھا (حاکم بحوالہ قرۃ العینین ص ۳۲)

اس دور ابتدا میں حضرت صدیق نے چہار گونہ اذیت برداشت کی۔ ایک خود مسلمان ہونے کی حیثیت سے۔ دوسرے جب کبھی کفار مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دست تعدی دراز کرتے تو یہ مخلص جان نثار خطرہ میں پڑ کر خود سینہ سپر ہو جاتے۔

ایک دفعہ آپ خانہ کعبہ میں تقریر فرما رہے تھے۔ مشرکین اس
ر سے سخت برہم ہوئے۔ اور اس قدر مارا کہ رسالتماب بیہوش ہوگئے
ت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑھکر کہا "خدا تمہیں سمجھے" کیا تم
ت اس لئے قتل کئے ڈالتے ہو کہ یہ ایک خدا کا نام لیتے ہیں۔ ایک
ا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی حالت میں عقبہ
معیط" نے اپنی چادر گردن مبارک میں ڈالکر اس طرح اینٹھی کہ حضور
اللہ علیہ وسلم کا سانس رُک گیا۔ آنکھیں نکلنے لگیں۔ ایک آدمی
دوڑکر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ کہ تمہارے ساتھی کو مارے
لتے ہیں۔ صدیق اکبر فوراً حاضر ہوئے۔ اور اُس ناہنجار عقبہ کی
ن پکڑ کر حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ کیا۔ اور فرمایا۔ ارے
و کیا تم اس کو قتل کرتے ہو جو تمہارے پاس خدا کی نشانیاں لایا۔ اور
ہے کہ میرا رب اللہ ہے"

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ حضرات
سب سے زیادہ بہادر کون تھے۔ فرمایا "ابوبکر" رضی اللہ عنہ۔
ھ ایک مرتبہ میں نے خود دیکھا کہ اوباش قریش نے حضور صلی اللہ
وسلم کو گھیر لیا۔ اس وقت کسی کی ہمت آگے بڑھنے کی نہیں تھی۔
ت صدیق رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی۔ فوراً حاضر ہوئے۔ اور سب کو
کر الگ کر دیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھڑا کر لے گئے (صحاح)

اس قسم کے لاتعداد واقعات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
مانہ میں نہ واقعات کا روزنامچہ لکھا گیا نہ اسکی ضرورت تھی۔ اہل تاریخ
ص خاص ضرورتوں کی بنا پر چند واقعات بیان کردئے ہیں۔ بہرحال
متفقہ چیز ہے کہ فرائض نبوت کی ادائیگی میں سب سے بڑے مددگار
ق اکبر تھے۔ آپ نے اپنی دولت، اپنی جان رحمۃ للعالمین صلی اللہ
وسلم کی خدمت میں تج دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ تعلق تھا
ب روزانہ صبح۔ شام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف
تے، کیونکہ سب سے بہتر مخلص اور صائب الرائے مشیر تھے۔

سوئم یہ کہ کمزور مسلمان جن کو پناہ دینے والا مکہ معظمہ میں نہ ہوتا تھا۔ وہ لامحالہ حضرت اقدس سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم یا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پناہ لیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر تھوڑی تھی۔ آپ بچے تھے فاروق اعظم ابتدائی چند سال تک مسلمان بھی نہ ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسلام کے سلسلہ میں کفار مکہ کے نزدیک خود حضرت صدیقؓ مورد الزام تھے۔ کیونکہ حضرت عثمانؓ کو حضرت صدیقؓ ہی نے اسلام کی ترغیب و تحریص دی تھی۔

چہارم۔ مالی امداد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس مسلمان ہوتے وقت تقریباً چالیس ہزار نقد تھے۔ آپ نے اپنا تمام مال و زر اسلام پر قربان کر دیا۔

مکہ میں ابتداءً جن لوگوں نے داعی اسلام کو لبیک کہا ان میں کثیر تعداد غلاموں اور لونڈیوں کی تھی۔ جو اپنے مشرک آقاؤں کے پنجہ ظلم و ستم میں گرفتار تھے۔ اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کر رہے تھے۔ حضرت حضرت عامر بن فہیرہ۔ حضرت نذیرہ۔ حضرت نہدیہ۔ جاریہ بن اور بنت نہدیہ۔ جیسے بہت سے غلام اور باندیاں ہیں۔ جن کو صدیق اکبر نے ان کے جفاکار و ظلم ایجاد مالکوں سے خرید کر نجات دلائی۔ اور ہزارہا روپیہ اس سلسلہ میں خرچ کیا۔

یہی واقعات تھے جن کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں ارشاد فرمایا تھا۔

"ہمارے اوپر ابوبکر کے احسانات ہیں، ہم نے سب کے احسانات کی مکافات کردی۔ مگر ابوبکر کے احسانات باقی رہ گئے۔ انکی مکافات خداوند بالا و برتر کرے گا"

**اولاد کی نذر** حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"خدا ابوبکر پر رحم فرمائے۔ میرے سے اپنی لڑکی کا نکاح کیا۔ اور

مجھے دار ہجرت "مدینہ" تک سوار کر کے لایا۔

نکاح کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر صرف ۶ سال تھی۔ اور یہ زمانہ وہ تھا کہ اہل مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے دوسرے قبائل سے امداد طلب فرماتے تھے اور کوئی امداد کے لئے آمادہ نہ ہوتا تھا۔

بلکہ بجائے امداد

کے اپنے ظلم پرور اور سفاکانہ طرزِ عمل میں اور زیادتی کر دیتے تھے۔ ایسی حالت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا صغیر السن دختر کو زوجیت کے لئے پیش کرنا۔ پوری امت عربیہ کی آنکھوں میں خاک جھونکنا اور اپنی فدائیت کا اعلیٰ ثبوت تھا۔ اور یہ بھی اسی قسم کا کارنامہ تھا جس کی جانب حدیث کے دوسرے حصہ میں اشارہ ہے کہ مجھے دار ہجرۃ میں سوار کر کے لائے"

صدیق اکبرؓ کے اسی خلوص اور صداقت کی برکت تھی کہ یہ صغیر السن صاحبزادی علم و ذکاوت میں ایسی بلند پایہ خاتون ہوئیں کہ دنیا نسواں آپ کی نظیر سے ہے۔ اور باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صدیقہ کی عمر صرف ۱۸ سال تھی۔ مگر علم۔ بصیرت۔ ذکاوت۔ اجتہاد میں یہاں تک کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی آپ سے مہم امور میں استفسار کرتے تھے۔

علماء محققین کا خیال ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے شریعت مطہرہ کا آدھا علم دنیا تک پہنچا ہے۔

خانگی اور نیز صنف نازک سے متعلق تعلیمات حاصل کرنے اور ان کی نشر و اشاعت کے لئے بھی ایسی خاتون کی ضرورت تھی۔ جو فہم۔ بصیرت۔ ذکاوت۔ ایثار۔ خلوص۔ صداقت میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نمونہ ہوں۔ قدرت نے اس عظیم الشان خدمت کے لئے سیدہ عائشہ صدیقہ کو ازل سے منتخب فرمایا تھا۔ اور بظاہر یہی سبب تھا کہ آپ کے نکاح سے پیشتر ملاء اعلیٰ اور عالم ملائکہ کی جانب سے حریر اور ریشم کے کپڑوں میں ملبوس کر کے حضرت عائشہ کی شبیہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی تھی (صحاح) واللہ اعلم بالصواب

یہ بھی ایک عجیب لطیفہ ہے کہ جس طرح حضرت عائشہ کی شبیہہ دکھائی گئی اسی طرح "حدیث مفصلہ عنوان" کے دوسرے حصہ یعنی دار ہجرت کے متعلق بھی ایک شبیہہ ہمیں رسائی گئی تھی۔ مختصر یہ کہ نکاح صدیقہ عائشہ اور ہجرت کے وقت رفاقت و معاونت ایثار اور فدائیت میں تقریباً ایک ہی مرتبہ رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---

## ہجرت حبشہ کا قصد اور راستہ سے واپسی

صبح شام۔ بلکہ ہر وقت کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی نے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا۔ معیشت کے اسباب و ذرائع بند کر دئے گئے تھے۔ جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ تو دربار رسالت سے اجازت ملی کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک قافلہ مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر حبشہ پہنچ چکا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کسی جگہ ہجرت کی اجازت نہ ہوگی

مندرجہ ذیل آیۃ کریمہ سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو استدلال کی گنجائش تھی۔

| | |
|---|---|
| هٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ | یہ کتاب مبارک ہے جس کو ہم نے |
| مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ | نازل کیا۔ تصدیق کرتی ہے اُن کی |
| وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ | جو اُن سے پہلے تھے۔ اور تاکہ آپ |
| حَوْلَهَا الآيه | اُس کے ذریعہ اُنکو تبلیغ کریں جو |

"اُم قریٰ" (مکہ معظمہ) میں رہتے ہیں اور جو اس کے گرد رہتے ہیں۔

اس آیت میں مکہ معظمہ کو مرکز تبلیغ قرار دیکر مکہ معظمہ اور اس کے ماحول کو تبلیغ کا حکم ہوا ہے۔ جبکہ زمین گول ہے تو جس مقام کو بھی کسی کام کے لئے مرکز قرار دیا جائے تو تمام دنیا اس کا ماحول ہو سکتی ہے۔ مگر شان مرکزیت کا تقاضا یہی تھا کہ مبلغین کا مرجع اور مرکز تبلیغ ہی میں رہے۔

بہرحال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی وطن عزیز سے ہجرت کا اد...

…کر مکہ معظمہ سے روانہ ہو گئے۔ جب آپ مقام برک الغماد پر پہنچے تو ابن الدغنہ
… قارہ کے رئیس سے ملاقات ہو گئی۔ جو مکہ معظمہ آرہا تھا۔

ابن دغنہ۔ جناب ابو بکر کہاں کا قصد ہے

سیدنا ابو بکر۔ قوم کے نادانوں سے تنگ آکر جلاوطن ہو رہا ہوں
…نہ کا قصد ہے۔

ابن دغنہ۔ آپ جیسا شخص جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔" آپ
…س و بے نوا کی دستگیری کرتے ہیں۔ قرابتداروں کا خیال رکھتے ہیں
…یبت زدوں کی حمایت اور امداد کرتے ہیں۔"

آپ میرے ساتھ واپس چلئے اور اپنے وطن ہی میں خدا کی
…ادت کیجئے۔ میں آپ کو پناہ دیتا ہوں۔

حضرت صدیق اکبر رض ابن دغنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ واپس تشریف
…ے۔ ابن دغنہ نے حضرت صدیق اکبر رض کے مذکورہ بالا اوصاف شمار
…تے ہوئے اہل مکہ کو ملامت کی اور اعلان کر دیا کہ حضرت صدیق میری
…ہ میں ہیں۔ جو شخص حضرت صدیق کو ستائے اسکو ابنار قارہ سے
…ے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

---

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ ابن الدغنہ نے اس موقعہ پر وہی الفاظ
…رت صدیق اکبر رض نیز کفار مکہ کے سامنے ادا کئے جو حضرت خدیجہ رض نے حضور
…ے اللہ علیہ وسلم کو تسکین دیتے ہوئے ادا کئے تھے۔

بہرحال کفار مکہ نے ابن دغنہ کے امن کو تسلیم کیا۔ مگر یہ کہدیا کہ
…ک کام آپ بھی کر دیجئے۔ حضرت صدیق رض کو تاکید کر دیجئے کہ وہ اپنے
…ر میں قرآن اور نماز پڑھتے رہیں۔ باہر یہ دھندا نہ پھیلائیں

یہ پہلے گذر چکا ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی
…لی کے صحن میں ایک مسجد بنائی تھی۔ جس میں وہ نماز اور قرآن شریف
…ھا کرتے تھے۔ اور چونکہ رقیق القلب تھے۔ گریہ جلد طاری ہو جاتا تھا
…قراءت قرآن شریف بہت زیادہ پر تاثیر ہو جاتی تھی۔ اور کچھ ایسی دلگیر ہو جاتی

کہ جو اس طرف سے گذرتا۔ ٹھہر کر سننے پر مجبور ہو جاتا۔ چنانچہ ایک جھمگٹا اکٹھا ہو جاتا۔ قریش اسکو ایک پروپیگنڈا تصور کرتے اور یقین کرتے کہ ان کے بچے اور عورتیں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں گی۔

ابن دغنہ کی پناہ میں آکر بھی حضرت صدیق رض اپنی اس مسجد میں حسب دستور سابق قراءت کرنے لگے۔

قریش نے موقعہ پاکر اور اس کے دور رس نتائج سے ابن دغنہ کو خوف زدہ کر کے اسکو عہد کی واپسی پر مجبور کر دیا۔ حضرت صدیق رض نے اس عزیز ترین مشغلہ کے مقابلہ میں ابن دغنہ کے امن کی واپسی کو بہت غنیمت سمجھا۔ اور اب کھلے بندوں۔ اندرون مکان اور بیرون مکان تبلیغ شروع کر دی۔

لامحالہ نتیجہ یہ تھا کہ وہ عارضی سکون ختم ہو گیا۔ اور ایذا رسانی کی نئی نئی صورتیں پھر ایجاد ہونے لگیں۔ جس کا تختہ مشق سیدنا ابو بکر صدیق ہوتے تھے۔

مگر حضرت صدیق رض اس پر خوش تھے کیونکہ ان کی صدیقیت کا یہی تقاضا تھا۔

---

## واقعہ معراج اور صدیقیت صدیق

خدا کا پیغام آدم کو سیدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے برابر سنایا جا رہا ہے جنت۔ دوزخ۔ عذاب و ثواب کا اس میں تذکرہ ہوتا ہے۔ لیکن جب تکمیل تعلیم اور اتمام نعمت کا وقت آتا ہے اور ایک ایسا پیغام نوع انسان کو دیا جاتا ہے جو تمام پیغاموں پر حاوی ہو۔ جس کے بعد کسی پیغام کی ضرورت نہ ہو۔ تو حکمت الہی کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس مبارک ذات کو جنت دوزخ۔ ثواب و عذاب کا مشاہدہ کرا دیا جائے جس کو آخری پیغام پہنچانا ہے۔ تاکہ وہ اس کی تفہیم ایسی صورت سے کر دے کہ کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے۔ یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ چار پرندوں کو کاٹ کر ان کی بوٹیاں

مختلف پہاڑیوں پر رکھ دو۔ پھر اُن کو آواز دیکر بلاؤ تو وہ سب تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ جس طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو مار کر سو سال تک مردہ رکھا۔ پھر اُن کو زندہ کیا۔ اور ان کے دیکھتے دیکھتے ان کے گدھے کو زندہ کیا۔ جو حضرت عزیر کی طرح سو سال پیشتر مر چکا تھا۔ گوشت پوست کا تو کیا ذکر ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو گئیں تھیں۔ اور اس طرح ان کو حیات بعد موت کا مشاہدہ کرادیا۔ تاکہ اطمینان قلب کے ساتھ حیات بعد الموت کی تبلیغ وتفہیم کریں۔ اسی طرح سید الکونین خاتم الانبیاء علیہم السلام کو عذاب وثواب۔ جنت دوزخ۔ عالم برزخ اور ملاء اعلیٰ تمام ہی چیزوں کا مشاہدہ کرادیا تاکہ تبلیغ اور ابن آدم کی تلقین مکمل اور متمم ہو جائے۔ چنانچہ ساتوں آسمانوں اور عرش معلیٰ کی وہ سیر پیش آئی جسکو معراج کہا جاتا ہے۔

صبح کو خاتم الانبیاء نے فرمایا۔ آج شب میں مسجد حرام سے انہ ہوا۔ بیت المقدس ہوتا ہوا۔ ساتوں آسمان طے کئے۔ عرش ر پہنچا — آج چودھویں صدی میں جب ایک جگہ کی آواز م دنیا میں پہنچا دیتا ہے۔ بجلی کے ہزاروں کرشمے دنیا کے یں۔ لیکن واقعہ معراج کے متعلق عقل کے بیچاریوں کو اب [illegible] نہ سمجھ ہو تو کفار مکہ کے لئے تو یہ خبر جس قدر بھی تعجب خیز ہوتی تعجب ہی کیا ہے۔

چنانچہ یہ واقعہ نہ صرف کفار مکہ کے مذاق بنانے کے لئے ایک شگوفہ بنا بلکہ کمزور ایمان والوں کے لئے ارتداد کا باعث بن گیا۔ لیکن جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے کفار مکہ نے آکر طعن وتشنیع کرتے ہوئے اس واقعہ کو سنایا۔ تو اس مجسمہ اخلاق کا قول یہ تھا۔ میں تو اس سے بھی زیادہ کا یقین رکھتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ آپ پر صبح شام خدا کے فرشتے عرش معلےٰ سے خدا کا پیغام لاتے ہیں۔ علماء کا قول ہے کہ یہی واقعہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے خطاب صدیقیت کا سبب بنا۔ واللہ اعلم۔

## ہجرت مدینہ اور رفاقت رسول
## حملني الی دار الهجرة

تیرہ سال ہوگئے۔ مکہ کی مقدس وادیاں صدائے حق سے گونج رہی ہیں۔ عرش معلےٰ سے نازل شدہ وحی صبح وشام سنائی جارہی ہے۔ سعید روحیں آیات بینات کو سنکر اور دیکھکر لبیک کہہ رہی ہیں۔ مگر افسوس غالب اکثریت کے دل پتھر ہو گئے ہیں۔ پتھر بھی پھٹ جاتا ہے۔ اور اس میں سے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ مگر ان لوگوں کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

اس تیرہ سالہ زندگی نے کھلے طور پر ثابت کر دیا ہے کہ ان سنگ دلوں کے لئے پتھر ہی کی ضرورت ہے۔ کلوخ انداز را پاداش سنگ است۔

سلع کی پہاڑیاں۔ مدینہ طیبہ کی وادیاں۔ تاریک ہیں۔ مگر نور کے لئے بے چین ہیں۔ خدا کا وہ کلام جو فاران کی وادیوں میں پڑھا جا رہا تھا۔ اس کی گونج مدینہ طیبہ میں پہنچی ہے۔ وہ آفتاب جو مشرق مکہ سے طلوع ہوا تھا۔ اس کی کرن مدینہ طیبہ کے تاریک میدانوں پر پڑتی ہے۔ یکایک روشن ہونے لگتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ مدینہ طیبہ اہل ایمان کی پناہ گاہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ اہل ایمان کو مدینہ طیبہ کی ہجرت کا حکم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے متعلق خواب میں دار ہجرت کو دیکھ چکے ہیں کہ اس جگہ کھجور کے درخت زیادہ ہیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اب بھی یہی خیال ہے کہ حضرت رسالت پناہ حرم اطہر یعنی مکہ معظمہ میں رہیں گے۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے لئے ہجرت کی اجازت طلب فرماتے ہیں۔ مگر دربار رسالت سے جواب ملتا ہے۔ ابھی عجلت نہ کرو۔ ممکن ہے مجھے بھی ہجرت کا حکم ہو جائے۔

صدیق اکبر۔ (انہایت تعجب سے) یارسول اللہ میرے ماں باپ

پر فدا ہوں کیا حضور کو بھی ہجرت کا حکم ہو گا - ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - خیال تو یہی ہے -

صدیق اکبر - رسول اللہ میری جان - میری روح آپ ربان - کیا مجھے رفاقت کا شرف حاصل ہو گا - ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - بہت بہتر - !

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس بشارت کو پاکر حضور صلی اللہ وسلم کے لئے سامان سفر درست کرنے لگتے ہیں - حضور صلی اللہ وسلم کے لئے اور اپنے لئے دو سانڈنیاں خریدتے ہیں - اور کا انتظار کرنے لگتے ہیں - رفتہ رفتہ اس انتظار میں چار ماہ ت ہو جاتے ہیں -

حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ اللہ علیہ وسلم صبح اور شام کو ہمارے ہاں تشریف لایا کرتے تھے - ایک خلاف معمول سر پر چادر ڈالے ہوئے نا وقت تشریف لائے - اور - کوئی ہو تو ہٹا دو -

صدیق اکبر - یا رسول اللہ - یہاں کوئی نہیں صرف آپ کی صدیقہ عائشہؓ ہیں - سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم - ان کے میں کوئی مضائقہ نہیں مجھے یہ بتانا ہے کہ مجھے ہجرت کا حکم ہے

صدیق اکبر - یا رسول اللہ یہ خادم بھی شرف ہمرکابی حاصل ے گا -

رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم - تیار ہو جاؤ !

حضرت صدیق تو کئی ماہ سے اس انتظار میں تھے - سانڈنیاں ے ہوئے تھے - فوراً رخت سفر تیار ہونے لگا - حضرت صدیقہ کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو توشہ باندھنے کیلئے یز نہیں ملی تو فوراً اپنی کمر کا پٹکا بیچ میں سے پھاڑ کر آدھے حصہ شہ دان باندھ دیا - اس تاریخی ایثار نے حضرت اسماء کو ذات النطاقین کا خطاب دیدیا -

---

بلاشبہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سعادت عظمیٰ تھی لیکن اس ماحول نے اس سعادت عظمیٰ کو شجاعت عظمیٰ اور ایثار اکبر بنا دیا جو اس وقت موجود تھا -

مکہ کے اغراض پرست تحریک اسلام کو دبانے اور فنا کرنے کے لئے تمام تدبیریں ختم کر چکے تھے - زباں بندی - لاٹھی چارج - فوجداری ناکہ بندی - مقاطعہ - بائیکاٹ - غرض تمام شرارتیں اور عقوبتیں ایک ایک کرکے پوری کر چکے تھے - مگر یہ تحریک فنا ہونے کے بجائے جڑ پکڑتی رہی - حق و صداقت کی مظلوم آواز جو عدم تشدد کے حربہ کے ساتھ بلند کی جاتی تھی - خواہ اُس کے جواب میں کتنی ہی قاہرانہ اور جابرانہ سطوت و عقوبت کا اظہار ہوتا - مگر وہ دلوں کو مسخر کئے بدون نہ رہتی تھی - حتی کہ حدود مکہ سے نکلکر ارض طیبہ میں اُس کی گونج ہونے لگی اور اتنا رسوخ حاصل کر گئی کہ بے پناہ مسلمانوں کے سے حرم مدینہ پناہ گاہ بننے کے قابل ہو گیا -

---

اس تحریک کا تعلق اگر صرف عقائد کی تبدیلی سے ہوتا تو مکہ کے اندر جس طرح کچھ عیسائی ہیں کچھ موحد ہو گئے ہیں - کچھ دہریہ ہیں اور کچھ بت پرست ہیں - ایک نیا فرقہ یہ بھی برداشت کر لیا جاتا - مگر اسلام تو ہمارے اقتصادی - معاشی اور سماجی غرض سارے نظام میں انقلاب پیدا کرکے ایک نیا نظام قائم کرتا ہے - جس میں ہماری برتری - ہماری سرمایہ داری اور پوجا پاٹ کے یہ تمام امتیازات فنا ہو جائیں گے چھوٹے بڑے - غریب امیر - قریشی اور غیر قریش سب ایک صف میں ہوں گے اطراف و جانب کے وہ خاندان جو آج تک ہماری عظمت و سطوت کے آستانہ پر سجدہ ریز رہے ہیں ہماری برابر بیٹھیں گے - ہماری تمکنت و عظمت کا اونچا قصر مسمار کر دیا جائے گا -

یہ تھے وہ سوالات۔ جنہوں نے قریش کے مدبروں کو سرگرداں کرکے مکہ کے "دارالندوہ" "کمیٹی گھر" میں جمع کیا۔ جہاں بحث وتمحیص کے بعد یہ فیصلہ ہوا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شب کی تاریکی میں شہید کر دیا جائے۔ تمام قبائل کے نمائندوں نے اس خونی ہنگامہ میں شرکت کا قصد کیا۔ چنانچہ شب کی تاریکی میں سرورکائنات کے حرم پاک کو قریش کے جوانوں نے آکر سب طرف سے گھیر لیا۔ ارادہ یہ تھا کہ شب کے آخری حصہ میں، شہید کیا جائے گا۔ رب قدیر کی قدرت ان کوتاہ اندیشوں کے منصوبہ پر ہنس رہی تھی۔ کیونکہ اس کا غیر متزلزل اور انسانی اوہام وخیالات سے بالا اور بہت بالا فیصلہ یہ تھا کہ ان شریروں کے جھگڑے کے بیچ میں سے اُن کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے اپنے محبوب اور برگزیدہ رسول کو حفاظت کے ساتھ نکال لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

---

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ (علیہ و)سلم کے بستر پر لیٹ جائیں۔ تاکہ بستر کو خالی دیکھ کر تاکنے والوں کو وقت سے پیشتر تلاش کرنے کا خیال نہ آئے۔

اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قریش کے ان سورماؤں (کی آنکھوں میں) خاک ڈالتے ہوئے وضی بنا علیہم علیہم فہم لا یبصرون کی تلاوت فرماتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔

بلاشبہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ امتثال اور اتقا بے نظیر تھا اور اس پرخطر بستر پر لیٹ گئے۔ جس کے متعلق خطرہ تھا کہ شاید وہ دھوکے میں شہادت گاہ بن جائے۔ لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار اس سے کہیں زیادہ تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اگر شہید کئے جاتے تو اس وقت جبکہ ان کو پہچانا نہ جاتا۔ پہچاننے کے بعد قتل کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رفیق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ جرم کر رہے تھے جس کی سزا بہرحال شہادت ہی تھی۔ ۔۔ کفار مکہ کی آتش غضب میں مزید اشتعال پیدا کر رہے تھے۔ وہ اشتعال جس کی بنا پر عام اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو شخص زندہ گرفتار کرکے لائے یا ان کا سر لائے اس کو سو اونٹ انعام دئے جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

تم ہی بتاؤ۔ اور خدارا سوچ کر بتاؤ۔ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود کو خطرہ میں ڈال لیا تھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کی حفاظت کی کیا ضمانت تھی۔

اس کے علاوہ آسان ہے اپنی جان جوکھوں میں ڈالنا۔ مگر مشکل اور بہت مشکل ہے اہل وعیال کو دشمنوں کے بیچ میں چھوڑ دینا خصوصاً جب کہ مکہ کا ذرہ ذرہ ان کا دشمن ہو۔ اور ہمدردی کا مفہوم عنقا ہو گیا ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نوجوان تھے۔ محبت اہل وعیال سے ناآشنا تھے۔ آسان ہے اور بہت آسان ہے کہ ایک شخص گولی کھالے۔ مگر بہت دردناک ہے یہ تصور کہ اُس کی اولاد کو تہ تیغ کیا جائے۔

کچھ بھی مشکل نہیں فقر وفاقہ کی مصیبت۔ مگر ہاں بہت مشکل ہے کلیجہ کو چاک کرنے والا اور آنکھوں کو خون کے آنسو رُلانے والا ہے فقر وفاقہ۔ رونا۔ بلبلانا اپنے جگر پاروں کا۔ پژمردہ ہونا اور کملانا اپنے نونہالوں کا۔ اور آفریں صد آفریں ان نونہالوں پر جو افسردگی کے تمام اسباب دیکھیں درختِ رسول کی سیرابی ان کو شاداب رکھے۔

ابو قحافہ (حضرت صدیق کے والد ماجد) ابوبکر چلا گیا۔ محمد کے ساتھ (صلے اللہ علیہ وسلم) میرا خیال ہے۔ اپنی رقم بھی ساتھ لے گیا۔ یہ نہ سوچا کہ بچے کہاں سے کھائیں گے۔

حضرت اسماء (حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی) نہیں دادا جان ابا جان درہم تو ہمیں چھوڑ گئے ہیں

ابو قحافہ۔ مجھے تو امید نہیں۔ تم بھی محمد کی محبت میں پکی ہو چکی ہو۔ خواہ مخواہ باتیں بنا رہی ہو۔

حضرت اسماء۔ باتیں نہیں یہ دیکھئے چاندی کی ڈلیاں ہیں۔

...ں میں دبی ہوئی ہیں۔

ابوقحافہ۔ دکھاؤ۔ ابوقحافہ کی بینائی کمزور ہے۔ ذات کا ...ت ہے۔ حضرت اسمار کوٹھڑی میں لے جاتی ہیں۔ ایک گڑھے کے ...ں لیجاکر کھڑا کر دیتی ہیں (جس میں سے چاندی کی ڈلیاں نکال کر حضرت ...یق اکبر اپنی ہمراہ لے گئے ہیں اور اب حضرت اسمار نے جلدی جلدی ...یں سنگریزے اور ٹھیکرے بھر دئے ہیں)

حضرت اسمار۔ دیکھئے دادا جان۔ یہ چاندی کی ڈلیاں۔ اس ...ے میں ہیں۔

ابوقحافہ۔ ہاتھ سے ٹٹول کر فرماتے ہیں۔ خیر۔ اطمینان ہوا ...روز کھانے پینے کا سہارا تو موجود ہے۔

---

آفریں۔ صد آفریں۔ اس مالی پر جس کے گلشن کا ہر غنچہ ...محبت سے سرشار ہو۔ دنیا کی کوئی مسموم ہوا۔ اس کو بژمردہ نہ کر سکے

---

الغرض صدیق اکبر۔ جان۔ مال اور اولاد یعنی دنیا کی تینوں ...ز ترین چیزیں خدا اور اس کے رسول کے نام پر پیش کر دیتے ہیں۔

...ر ثور اور صدیق اکبر کی کامیاب کوشش

مکہ معظمہ سے اگر ...سے مدینہ طیبہ پہنچتے تو ممکن تھا کہ تیز دوڑنے والے گھوڑوں کے ...جہ سے راستہ میں پکڑ لیا جاتا۔ لہذا طے شدہ تجویز یہ تھی کہ ابتداءً ...سے نکلکر کسی خفیہ جگہ قیام کیا جائے۔ اس کے لئے "غار ثور" منتخب ...ا۔ لیکن صدیق اکبرؓ کی حسن تدبیر نمایاں نہ ہوتی۔ اگر رسول اللہ ... اللہ علیہ وسلم کے خورد و نوش اور کفار مکہ کی حرکات اور تدابیر پر ...عیابی کا انتظام نہ کر دیا ہوتا۔

چنانچہ حضرت صدیق رضؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ کو حکم فرمایا ...کفار مکہ کی جدوجہد اور تدابیر سے رات کو غار ثور پر پہنچکر مطلع کر دیا ...ں۔ اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ" کو حکم کیا کہ وہ مکہ کی چراگاہ میں بکریاں چرا کر رات کو غار ثور پر لے آیا کریں۔ تاکہ تازہ دودھ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا جایا کرے۔ اور جب بکریاں واپس ہوں تو حضرت عبداللہ کے قدموں کے نشانات بھی مٹ جائیں۔ تاکہ کوئی جاسوس حضرت عبداللہ کے نشان قدم سے حضورؐ کا نشان نہ معلوم کر سکے۔ تین روز غار ثور میں اسی شان سے قیام رہا۔

## رفاقت رسول کی سند
## عرش معلے سے

قریش کی ٹولی جو حرم رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کا محاصرہ کئے ہوئے تھی جب معینہ وقت پر مکان کے اندر کودی تو دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ندارد ہیں۔ وہ سیدھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے۔ حضرت اسما سامنے آئیں۔ اور بتایا کہ حضرت صدیقؓ مکان میں نہیں ہیں۔ اور یہ بھی خبر نہیں کہ کہاں ہیں حضرت اسمار کے جواب سے ابوجہل نے یہ نتیجہ نکالا کہ ہجرت کی سازش میں اہل خانہ بھی شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت اسمار رضی اللہ عنہا کے زور سے طمانچہ مارا۔ اس کے بعد گرفتار کر کے لانے والوں کے لئے بڑے انعام کا اعلان کر دیا گیا۔ چنانچہ نوجوانان قریش کی ٹولیاں ہر طرف دوڑنے لگیں۔ ایک ٹولی غار ثور پر بھی پہنچ گئی۔ وہ اوپر سے گذر رہے تھے۔ صدیق اکبر اُن کے قدموں کو دیکھ رہے تھے۔ عرض کیا یا رسول اللہ۔ ہم گرفتار ہوئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ لا تحزن۔ ان اللہ معنا۔ غم مت کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس واقعہ کے بیان میں آیتہ کریمہ نازل ہوئی۔

وثانی اثنین۔ اذ ھما فی الغار۔ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن۔ ان اللہ معنا۔

---

(ترجمہ) دو میں کے ایک۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جب کہ رسول اللہ صلے

اپنے صحابی سے کہہ رہے تھے۔ غم مت کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

آیۂ کریمہ نے تین باتیں ثابت کیں

(۱) اس مصیبت اور ابتلا و آزمائش کے آخری وقت میں صرف دو تھے۔ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صدیق اکبرؓ

(۲) صاحب (صحابی) کا خطاب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے

(۳) خداوند عالم کی معیت۔

جب انتخاب خلیفہ کا مسئلہ در پیش تھا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ کون ہے جس کے یہ تین فضائل قرآن پاک میں موجود ہوں۔

## رفاقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان سے زیادہ عزیز

غار ثور میں داخل ہوتے وقت۔ صدیق اکبر! — یا رسول۔ تھوڑی دیر کے لئے باہر توقف فرمایئے میں غار میں دیکھ لوں۔ کوئی موذی جانور تو نہیں اور ذرا صاف کر لوں۔ جھک کر صدیق اکبر غار میں گھستے ہیں۔ چادر سے غار کی زمین صاف کرتے ہیں۔ چند بل نظر آتے ہیں۔ جس میں چادر کے ٹکڑے پھاڑ پھاڑ کر ٹھونس دیتے ہیں۔ ایک بل باقی رہ جاتا ہے۔ اس پر انگوٹھا رکھ لیتے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اندر پہنچتے ہیں۔ آپ تھکے ہوئے ہیں۔ نیند کا غلبہ ہے بتقاضائے بے تکلفی آپ حضرت صدیقؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر سو جاتے ہیں۔ بل کے اندر سے ایک سانپ حضرت صدیقؓ کے انگوٹھے کو ڈس لیتا ہے۔ اس کا زہر سرایت کرنے لگتا ہے۔

صدیق اکبرؓ کو اپنی موت کا یقین ہو جاتا ہے۔ مگر اس کا کوئی غم نہیں اس سے زیادہ کیا خوش نصیبی کہ آقا دو جہاں کے قدموں پر جان دیدیں۔ ہاں غم یہ ہے کہ آقا دو جہاں تنہا رہ جائیں گے۔

اس تصور سے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔ جو چہرۂ انور پر گرتے ہیں۔ مسیحا نوع آدم کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ آپ چونک اٹھتے ہیں۔ سبب دریافت فرماتے ہیں۔ اور پھر لعاب دہن انگوٹھے پر ڈال دیتے ہیں۔ جس سے تمام تکلیف اور زہر کا سارا اثر کافور ہو جاتا ہے۔

---

## روانگی اور مدینہ طیبہ میں پہنچنا

تین روز غار ثور میں قیام کے بعد چوتھے روز یہ قافلہ مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوتا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو خدمت کے لئے اور ایک شخص عبداللہ بن اریقط کو راستہ بتانے کے لئے اپنی ہمراہ لے لیتے ہیں۔ اور یہ قافلہ چار روز کی منزلیں طے کر کے مدینہ پہنچتا ہے

خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کا مزاج شناس رفیق صدیق اکبرؓ ہر موقعہ پر مزاج گرامی کے بموجب آسائش اور سہولت پیدا کر رہا ہے اور بے تعداد سعادتوں کا مستحق ہو رہا ہے۔ اس کے بعد جب مدینہ میں پہنچتا ہے تو زائرین کے ہجوم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انبوہ کے تصادم سے بچانے کے لئے خود آگے کھڑا ہو جاتا ہے لوگ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے نہیں۔ حضرت صدیق سے ہی مصافحہ شروع کر دیتے ہیں۔ اور جب آفتاب کی تمازت تکلیف دینے لگتی ہے۔ تو صدیق اکبر اپنے آقا پر سایہ کے لئے چادر تان کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس وقت حاضرین پہچانتے ہیں۔ کہ خادم کون ہے اور مخدوم کون

## مسجد نبوی کی تعمیر اور صدیق اکبر کی مالی و جانی امداد

مدینہ طیبہ پہنچنے پر مسلمانوں کا منتشر شیرازہ مجتمع ہوتا ہے۔ ضرورت پڑتی ہے کہ کوئی ایسی جگہ ہو جہاں مسلمان اجتماعی امور کے لئے جمع ہو کر بیٹھ سکیں۔ وعظ و نصیحت۔ قومی اجتماعات۔ نکاح وغیرہ کے لئے معاشی مجالس۔ وفود کی آمد پر تقریریں۔ مقدمات کے تصفیہ اور پنج وقتہ نمازوں کے لئے جماعتیں ہو سکیں۔ چنانچہ ایک قطعہ زمین منتخب کیا جاتا ہے۔ مگر وہ چند یتیموں کی ملک ہے۔ وہ اس کی مفت پیشکش پر آمادہ ہیں۔ مگر اسلام کی فطری خودداری اس کو گوارا

...ری۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم قیمت طے فرماتے ہیں۔ اور صدیق اکبر
...اللہ عنہ اس کو ادا کرتے ہیں۔

یہ ہے اسلام کی اجتماعی ضرورتوں کے لئے سب سے پہلا خرچ
...سعادت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی جیب خاص کو حاصل ہوئی۔
...الباری ج ۷)

تعمیر شروع ہوئی۔ مزدور اور معمار خود ہی داعیان اسلام
...اطین امت تھے۔ سب سے پہلا پتھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ
...نے رکھا۔ اس کے بعد جس کو سب سے پہلے دوسرا پتھر رکھنے کی
...ہوئی وہ یہی صدیق اکبر تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ پھر فاروق اعظم
...کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ۔ پھر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ
...اجمعین۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اگرچہ صغیر السن تھیں۔ مگر آپ
...داد فراست اس شاندار مستقبل کی آئینہ دار تھی جس مرکزی
...کی اس وقت بنیاد رکھی جا رہی تھی۔ آپ نے تعجب سے کہا۔ یا
...۔ دیکھئے۔ یہ حضرات آپ کی ساعدت اور اتباع کے کیسے حریص
...سرکار دو عالم نے ارشاد فرمایا یا عائشہ۔ ھولاء الخلفاء
...بعدی (حاکم بحوالہ قرۃ العینین و تاریخ الخلفاء وغیرہ)
...عائشہ یہ میرے بعد خلفاء ہوں گے" بہرحال یہی تھا تقاضا
...ظمت و فضیلت کا جو ان بزرگوں کو ملت اسلام میں حاصل
...اور جو استحقاق خلافت کی بین دلیل ہے۔

اس کے بعد اسلام کا یہ بہادر شیخ پتھروں کے ڈھونے
...د کی تعمیر میں دوسرے نوجوانوں کے دوش بدوش حصہ لیتا ہے۔
...ی لہ۔

## غزوہ بدر
## ...یق اکبر وزیر حرب اور باڈی گارڈ کی حیثیت سے

کفار قریش کو کب گوارا تھا کہ وہ تحریک ترقی کرے جو اُن کی
خود غرضیوں اور نفس پرستی کے لئے پیغام فنا تھی۔ تیرہ سالہ مظالم سے ارض مکہ کو تنگ کر چکے تھے۔ اب ضرورت محسوس ہوئی کہ حرم مدینہ کو بھی مسلمانوں پر حرام کر دیں۔ چنانچہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ اور پھر جنگی قوت کے ذریعہ سے اسلام اور مسلمانوں کو کچلنے کا تہیہ کر لیا۔ جنگ بدر سب سے پہلا اقدام تھا جو اس غرض کے لئے کیا گیا۔

مسلمانوں کی بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ گھوڑے۔ اونٹ تو درکنار بدن پر کپڑے بھی پورے نہ تھے۔ کسی کے پاس تہبند ہے تو کرتا نہیں۔ کوئی ٹخنوں تک نیچا کمبل کا کرتا پہنے ہوئے ہے تو عمامہ ندارد ہے۔ اسلحہ کی کمی اس سے بھی زیادہ سامان وحشت بنی ہوئی تھی

مگر شاباش اس ہمت مردانہ پر جو ہر قسم کی بے بسی اور بے سامانی پر غالب آئی۔ بہر حال خدا کے شکستہ حال۔ کمزور مصیبت زدہ اور فاقہ کش بندگان خدا بھوکے شیر بنکر دشمنوں کے مقابلہ میں آ ڈٹے۔

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں ذات حق جل مجدہ کی بے نیازی پر تھی۔ جس کا ارشاد ہے۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء جس کو چاہے عزت بخشے۔ جس کو چاہے ذلت دے۔

پھونس کی ایک جھونپڑی ہے جو میدان جنگ کے کنارے پر شہ دو عالم کے قیام کے لئے بنا دی گئی تھی۔ آپ سراسر نیاز و تذلل خضوع بنے ہوئے سر بسجود ہیں۔ اور گڑگڑا کر دعا کر رہے ہیں۔

خداوندا۔ یہ مٹھی بھر جماعت تیری نام لیوا ہے۔ سالہا سال کی متواتر جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

خداوندا۔ اگر یہ مٹھی بھر جماعت ختم کر دی گئی تو تیرا نام لیوا کوئی نہ رہے گا۔

شدید ترین خطرہ ہے کہ دشمن یورش کر کے اس جھونپڑی کو جلا ڈالیں۔ اور سرور کائنات کو شہید کر دیں۔ بلاشبہ اس زمانہ کے قانون جنگ کے بموجب شکست دینے کا سب سے آسان طریقہ یہی تھا کہ فوج کے امیر اور سالار اعظم کو ختم کر دیا جائے۔

تمہیں معلوم ہے۔ کہ اس خطرناک موقعہ پر خاص اس جھونپڑی کا جو دشمنوں کی یورش کا نشان بنی ہوئی تھی۔ محافظ ذات خاص "باڈی گارڈ" اور روز ہر حرب کی کٹھن خدمت کون انجام دے رہا تھا۔

یہی شیر اسلام جو بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ ساری جماعت میں سب سے زیادہ بہادر تھا۔ ہر کٹھن موقعہ پر بے جگری اور اعلیٰ ہمدردی کے ساتھ ایثار و فدائیت کے کارناموں نے جسکو صدیق اکبرؓ کا خطاب دلوایا تھا۔

یا رسول اللہ — خداوند عالم آپ کی امداد ضرور کرے گا۔ اب آپ خدا کو زیادہ قسمیں مت دلائیے۔ میدان جنگ میں تشریف لاکر مجاہدین اسلام کی قیادت فرمایئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ جب کہ آپ نے فوج اور اس عریش کی نگرانی کرتے ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ عالی دنیا سے ہٹ کر خشوع اور خضوع میں مستغرق ہو

## ...کے قیدی اور
## ...نبی بامتی ابو بکر کا مظاہرہ

مقام بدر کفار مکہ کی تمناؤں کا قبرستان بن گیا۔ قریش ...رہا۔ بری طرح ہارے۔ ستر مارے گئے اور ستر گرفتار ہوئے۔

آج اسلام اور کفر کے متصادم جذبات پوری طرح کارفرما تھے ایک اہم سوال تھا کہ قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

مسجد نبوی میں اہل الرائے حضرات کا اجتماع ہوا۔

عمر فاروق — دشمنان اسلام کو زندہ رکھنا۔ اسلام کی مشکلات میں اضافہ ہے۔ ان سب کو تہ تیغ کیا جائے اور ہر شخص اپنے رشتہ دار کو قتل کرے۔ؔ

یہ تھا فاروق اعظم کا فیصلہ جو بلا شبہ خطاب "فاروق" کا تقاضا تھا یعنی حق اور باطل کو نکھار نکھار کر جدا جدا کرنے والا۔

اپنے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا۔ بلا شبہ شدید ترین امتحان تھا ہر ایک مسلمان کا۔ مگر صحابہ کرام کی یہ جماعت جن کا ہر فرد مجسمہ صداقت اور خلوص تھا۔ اسی کے لیے بخوشی آمادہ ہو جاتا۔ اگر اس اجتماع میں کثرت رائے اس کا فیصلہ کر دیتی۔

صدیق اکبر — مناسب سرزنش کے بعد رہا کر دیا جائے۔ کیا عجب ہے کہ خدا ان کو اسلام کی توفیق بخشے۔ ورنہ ان کی نسل میں اسلام کے حامی پیدا ہوں۔

یہ تھی رائے اس مجسمہ لطف و کرم کی۔ جو رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا خلیفہ ہونے والا — تھا اور جس کا خطاب تھا" ارحم امتی "میری امت پر سب سے زیادہ مہربان۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رائے عالی نے صدیق اکبرؓ کی موافقت فرمائی۔ اور کثرت رائے سے یہی طے ہو گیا۔ چنانچہ ایک معمولی سا جرمانہ مقرر کیا گیا۔ جو چند سو تھا۔ اور جو اس کو ادا نہ کر سکے اس پر تعلیم وغیرہ کے فرائض مقرر کر دئے گئے۔ اور رفتہ رفتہ سب رہا کر دئے گئے۔

**غزوہ احد** غزوہ بدر کی شکست۔ قریش کے دامن غرور پر ایک دھبہ تھا۔ اس کو چھڑانے کے لئے نہایت شد و مد سے دوسرا حملہ کیا گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ابن قمیئہ کا وار

ؔ عہد فاروقی میں جب حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے اپنے خیالات کے برخلاف معتدل پایا یعنی حضور کے بموجب لطف و کرم اور حضور کے بموجب شدت و غضب۔ تو تعجب ہوا۔ حضرت فاروق نے ایک تقریر میں اس تعجب کو رفع کیا۔ فرمایا۔ میں دیکھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم و رؤف ہیں حد سے زیادہ نرم۔ صدیق اکبر بھی انہیں جیسے ہیں مجھے خیال ہوتا تھا کہ آپکی نرمی سے غلط فائدہ نہ اٹھا لیا جائے۔ لہذا میں ہمیشہ گرم اور سخت پالیسی اختیار کرتا تھا تاکہ نتیجہ معتدل ہو جائے۔ اب جبکہ معاملہ میرے ہی روبرو ہے لہذا مجکو لامحالہ معتدل پالیسی اختیار کرنی پڑتی ہے (صحاح)

...ت حملہ ہوا جس سے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں گھس گئیں۔ اور ...ان مبارک شہید ہوگئے۔

کفار قریش اس کامیاب انتقام سے خوش تھے۔

ابوجہل تو جنگ بدر میں مارا جا چکا تھا۔ اب اس کا قائم مقام ...سفیان تھا۔ فتح وفیروزمندی کے نشہ میں ایک ٹیلے پر کھڑے ہوکر ...زدی۔

...محمد زندہ ہے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو

...ابوبکر زندہ ہے۔ خاموشی کا حکم دیدیا۔ کسی نے جواب

...عمر زندہ ہے۔ نہیں دیا)

جب ان سوالات کا جواب خاموشی سے دیا گیا۔ تو مستانہ ...میں پکارا

...علیٰ ھبل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ جواب دو ...اللہ اعلیٰ واجل۔

...سفیان۔ لنا العزیٰ ولا عزیٰ لکم۔ ہمارا ...عزیٰ ہے (بت کا نام) اور تمہارا عزیٰ نہیں)

...لمان۔ اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم۔ ہمارا مولیٰ اللہ ہے ...ارا مولیٰ کوئی نہیں)

---

آپ نے دیکھا اس سوال جواب میں حضور صلی اللہ علیہ ...لم کے بعد صدیق اکبرؓ کا نام لیا گیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ...ظمت وجلالت۔ مسلم اور غیر مسلم سب کے نزدیک مسلّم تھی۔

اس جنگ میں ستر مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اور اتنی ہی ...و شدید زخمی ہوئی تھی۔ باقی حضرات تھک کر چور ہو گئے تھے۔

اگر اسلام کو بچانا منظور قدرت نہ ہوتا۔ تو ابوسفیان کو سمجھ ...ری جاتی اور وہ ایک حملہ اور کر کے ان مٹھی بھر مسلمانوں کو ختم کر دیتا۔ لیکن وہ فتح کی خوشی میں ایسا بدحواس ہوا کہ فوراً روانگی کا حکم دیدیا۔ ممکن ہے یہ خطرہ بھی ہو کہ تازہ دم مسلمانوں کی مزید کمک مدینہ سے پہنچ جائے۔ تو اُس کی فتح شکست سے بدل جائے گی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی روانگی کے بعد بھی اس کے دوبارہ حملہ کا خطرہ ضرور تھا۔ آپ نے ضروری خیال فرمایا کہ مسلمانوں کا ایک دستہ ابوسفیان کے تعاقب میں بھیجدیا جائے۔

اس تعاقب کے لئے تیار ہونا بلاشبہ اس وقت نہایت دشوار تھا۔ ہر ایک شخص تھکا ہوا تھا۔ مگر جس ذات نے سب سے پہلے اس تعاقب کے لئے خود کو پیش فرمایا۔ وہ ہی "صدیق" تھا۔ رضی اللہ عنہ۔ اس ایثار پر عرش معلےٰ سے ربانی وحی نازل ہوئی۔

بدر اور احد کے بعد۔ دوسرے غزوات پیش آئے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حیثیت تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور محافظ خاص (باڈی گارڈ) کی رہا کرتی تھی جملہ غزوات کی تفصیل اوراق رسالہ کی گنجائش سے خارج ہے۔

---

## غزوہ حدیبیہ بیعت رضوان اور تصدیق صدیق...

چھ سال گذر گئے۔ حرم پاک کے پروانے حرم سے جدا ہیں۔ بیت کے محافظ زیارت بیت اللہ سے محروم۔

اس سال شوق وطن نے زیارت وطن کی نئی تڑپ پیدا کی۔ یا یہ کہو کہ فطرت انقلاب ایک نئی کروٹ لینا چاہتی تھی —— اگرچہ حج ابھی فرض نہیں ہوا ہے۔ مگر طے ہوا کہ مکہ معظمہ پہنچکر۔ عمرہ ادا کیا جائے۔ چودہ سو جان نثاران اسلام کا لشکر کوکبہ ہمایوں کے اردگرد چل رہا ہے۔ حدیبیہ مقام پر پہنچا ہے تو کفار قریش کی طرف سے آگے بڑھنے سے منع کر دیا جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ میں بھیجا جاتا ہے۔ تاکہ سرداران قریش سے بات چیت کریں۔ مگر ان کے لوٹنے میں تاخیر ہوتی ہے۔ یہاں آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو جاتی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح یا موت پر خاص بیعت

لیتے ہیں۔ جس کو تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کہا جاتا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ اور جب کفار قریش کو اس بیعت کا علم ہوا۔ تو وہ بھی خوف زدہ ہو کر نرم پڑ گئے۔ اور گفتگوئے صلح شروع کر دی۔

سلسلہ مصالحت میں "رحمۃ للعالمین" صلے اللہ علیہ وسلم نے "الصلح خیر" کے اصول کی یہاں تک پابندی فرمائی۔ کہ ایسی شرطیں بھی منظور فرمالیں جن پر فاروق اعظم جیسے مدبر و حلیم نے بھی جوش میں آ کر کہدیا کہ "جب ہم حق پر ہیں اور اسی صداقت و حقانیت پر جان دینے کے لئے آمادہ ہیں تو ایسی شرائط کو کیوں منظور کریں؟" فاروق اعظم کو ایک اضطراب تھا۔ جس کا اظہار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیا۔ مگر قلب صدیق ــ مطمئن تھا۔ وہ معدن تصدیق تھا۔ اُس کا جواب یہی تھا ــ کہ ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق ہیں۔ آپ کا معاہدہ بھی برحق۔ آپ کے شرائط بھی برحق۔

حقیقت یہ ہے کہ منظور کردہ شرطیں بہت ہی عجیب تھیں۔ اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر کافروں میں آملے تو اُسکا مطالبہ نہ کیا جائیگا اور مسلمان ہو کر مدینہ طیبہ چلا جائے تو کفار مکہ اسکو گرفتار کر کے منگا سکتے ہیں۔ مگر جیسا کہ شان فاروقیت کا تقاضا تھا کہ اس شرط پر مچلے۔ یہی شان صدیقیت کا تقاضا تھا کہ سراسر تصدیق بنکر جملہ شکوک و شبہات سے پاک رہے۔

اس معاہدہ کے باعث قریش مکہ سے گونہ اطمینان ہوا تو ۷ھ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی۔ پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سپہ سالار تھے۔ مگر درحقیقت یہ کارنامہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے لئے ازل سے مقدر تھا۔ چنانچہ جھنڈا حضرت علی کو دیا گیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر خیبر مفتوح ہوا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی سال ماہ شعبان میں بنو فزارہ کی سرکوبی کے لئے مامور ہوئے۔ وہاں سے کامیابی کے ساتھ واپس آئے تو پھر بنو فزارہ کی تنبیہہ کے لئے ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیے گئے اور بہت سے قیدی اور مال غنیمت کے ساتھ واپس آئے۔

قریش مکہ کی عہد شکنی کے باعث ۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار کی جماعت سے مکہ کا قصد فرمایا۔ اور فاتحانہ جاہ و جلال سے داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے۔ اور مکہ پہنچ کر اپنے والد (ابو قحافہ) کو دربار نبوت میں پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت کے ساتھ اُن کے سینہ پر ہاتھ پھیر کر نور ایمان سے منور فرمایا۔

مکہ سے واپسی کے وقت بنو ہوازن سے جنگ ہوئی۔ جو غزوہ حُنین کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس میں بھی ثابت قدم اصحاب کی صف میں شامل تھے۔

یہاں سے بڑھکر طائف کا محاصرہ ہوا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ اسی محاصرہ میں "عبداللہ بن محجن ثقفی" کے تیر سے زخمی ہوئے اور آخرکار یہی زخم حضرت ابوبکر کے اوائل خلافت میں اُن کی شہادت کا باعث ہوا۔

**سارا مال راہ خدا میں** ۹ھ میں افواہ پھیلی کہ قیصر روم عرب پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ موسم گرم۔ کھیتیاں پکی ہوئیں۔ لوگوں کے خالی ہاتھ۔ راستہ طویل۔ مسلسل جنگوں کے باعث حالت پہلے ہی سے خراب تھی۔ اب آمد و رفت میں کم از کم تین ماہ کی مدت صرف ہو گی۔ غرض تنگی اور پریشانی اسقدر افزوں تھی کہ اس جنگ کا نام ہی غزوہ عسرۃ "تنگی کی لڑائی" ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے چندہ کی اپیل فرمائی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اُٹھے۔ مکان میں تشریف لے گئے۔ جو کچھ موجود تھا سب دربار رسالت میں لا کر پیش فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بچوں کے لئے کیا چھوڑا۔؟

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کا رسول!

یہ تھی اس موقعہ پر سب سے پہلی پیشکش۔ اور ایثار میں سب سے بالا۔ اگرچہ مقدار

ں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیشکش سب سے زیادہ تھی۔

**ارت حج** اسی سال یعنی ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر ضی اللہ عنہ کو امارت حج یعنی انتظامات حج کا افسر اعلیٰ بنا کر روانہ فرمایا۔ وران کے متعلق یہ بھی کہا گیا کہ سورہ برارت کی خاص خاص آیتوں کا علان کریں۔ لیکن اس کے بعد کفار قریش کی اس اصطلاح کے بموجب کہ وہ کسی اعلان کو اسی وقت معتبر مانتے تھے جب خود کرے یا اس کا کوئی رشتہ دار کرے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس اعلان کے لئے مامور فرمایا۔

بعضوں کو شک پیدا ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا مطلب یہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امارت حج کے منصب سے معزول کر دیا گیا۔ مگر یہ سراسر غلطی تھی۔ یہ منصب بلا شرکت غیرے حضرت ابوبکر صدیق کے سپرد رہا۔ البتہ ایک دوسرا کام جو تھا حضرت صدیق اکبر رض کے سپرد تھا اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شریک کر دیا گیا۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

---

# عَزم

(از جناب فضا صاحب الٰہ آبادی)

رواج قبر پرستی مٹا کے چھوڑوں گا — میں ملحدوں کو موحد بنا کے چھوڑوں گا

خدائی کرتے ہیں جو رہ کے خانقاہوں میں — میں اُن خداؤں کو بندہ بنا کے چھوڑوں گا

رہے نہ مُردہ پرستی کا نام بھی باقی — میں قصرِ شرک کو آگے وڑ ڈھا کے چھوڑوں گا

تلاشِ حق میں جو رہتے ہیں رات دن حیراں — میں راہِ حق اُنہیں اک دن دکھا کے چھوڑوں گا

رہے گا کوئی نہ انساں کا پوجنے والا — میں رسمِ پیر پرستی مٹا کے چھوڑوں گا

جو اپنی منزلِ مقصود چھوڑ بیٹھے ہیں — میں اُن کو مرکزِ اصلی پہ لا کے چھوڑوں گا

صنمکدوں میں بھی اک روز اے فضاؔ جا کر
بتوں کو کلمۂ وحدت پڑھا کے چھوڑوں گا

# آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور صدیق اکبر

سنہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرض ادا فرمایا۔ واپسی پر آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا۔

"خداوند عالم نے اپنے بندے کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا تھا۔ بندے نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سنکر رونے لگے۔ اور عرض کرنے لگے۔ آپ پر ہماری جان و روح قربان۔ یا رسول اللہ۔

حاضرین کو تعجب تھا کہ یہ رونے کی کونسی بات تھی۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ فراست صدیقی نے وہ معلوم کر لیا تھا جو دوسرے حضرات نہیں جان سکے تھے۔

اس تقریر سے چند روز بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے۔ رفتہ رفتہ بیماری اتنی بڑھی کہ مسجد میں آنا دشوار ہو گیا۔

حکم ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہدو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

اسلام میں امامت نماز اسی کا حصہ ہے جو ملکی سیاست کے لحاظ سے امام ہو۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسکو بخوبی سمجھتی تھیں اور یہ بھی خیال کرتی تھیں کہ اس صورت سے بار خلافت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سر پڑے گا۔

حضرت عائشہ رضؓ نے لطیف حیلہ سے چاہا کہ حضرت صدیق کو اس بار امامت سے بچائے رکھیں۔ عرض کیا "یا رسول اللہ۔ ابوبکر رقیق القلب ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رقت طاری ہو جائیگی۔ آپ حضرت عمر فاروق رضؓ کو اس کے لئے مامور فرمادیں مگر سرور کائنات نے خاص منشا سے یہ حکم صادر فرمایا تھا۔ آپ نے دوبارہ وہی حکم ارشاد فرمایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ معذرت کی۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آگے بڑھا یا گیا۔ اور جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کی آواز سنی تو فرمایا

"نہیں نہیں نہیں۔ ابوبکر کے سوا کسی کے لئے نہ خدا راضی ہوگا نہ مسلمان راضی ہوں گے۔ ابوبکر ہی سے کہو نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضؓ جو اس ارشاد کی تعمیل میں پس و پیش کر رہی تھیں۔ اُن سے فرمایا۔

انتن صواحب یوسف۔ تم تو یوسف والیاں ہو۔ جس طرح ان عورتوں نے سیدھے راستہ سے یوسف کو ہٹانا چاہا تھا مجھے ہٹانا چاہتی ہو۔

بہر حال صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کے لئے مامور ہو گئے نماز پڑھانی شروع کر دی۔

۱۲ ربیع الاول سنہ۱۱ھ بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضرت صدیق رضؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ اٹھایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ آپ تشریف لا رہے ہیں۔ پیچھے ہٹنے لگے۔ مگر صدیق اکبر رضؓ کو اشارہ سے منع فرمایا۔ اور پھر پردہ چھوڑ دیا

---

اس روز مرض میں کچھ تخفیف تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ظہر تک کے لئے اجازت لیکر "سنخ" تشریف لے گئے۔ جو مدینہ طیبہ سے چند میل تھا۔ اور جہاں حضرت صدیق اکبر کی زوجہ محترمہ قیام فرما تھیں۔

---

دفعۃً مرض میں اضافہ ہو گیا۔ حالت نزع شروع ہوئی۔ اور

ول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات فرما گئے۔

---

مرکز ارواح کی مفارقت بلاشبہ بہت بڑی مصیبت تھی۔ ی اس آرام جاں نے مفارقت کی تھی۔ جو ہر ایک مومن کے لئے جان سے وہ عزیز تھا۔ جس کے قدموں پر زندگیوں کو نچھاور کرنا ہر ایک قلب ہر ایک جگر کے لئے موجب صد مسرت تھا۔ لیکن حالات کے مختلف ات نے اس مصیبت کو دردناک سے دردناک تر بنا دیا تھا۔

(۱) قبائل عرب کی اکثریت وہ تھی۔ جو فتح مکہ کے بعد اسلام ں داخل ہوئی تھی۔ ان میں سے خاص خاص کو مستثنے کر کے بیشتر وہ ے۔ جنہوں نے فضا کی موافقت کی تھی۔ ایمان اور اسلام میں ہنوز وخ نہیں حاصل تھا۔

لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا — آپ فرمائیے مت کہو (ل) سے
ما یدخل الایمان فی قلوبکم — ہم نے مان لیا۔ یہ کہو کہ ہم نے گردن
(سورہ حجرات) — جھکا دی۔ اور ابتک ایمان تمہارے
دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

ی حالت میں آفتاب اسلام کا غروب ہو جانا لامحالہ پریشان کن تھا صد ہا خطرات کا پیش خیمہ تھا۔ خصوصاً جبکہ لوگ جمہوری حکومت سے نا واقف اور شخصی حکومت کے خوگر ہوں۔ جس کا بقا شخص واحد ہوتا ہے۔ اور اس کے ختم ہوتے ہی شیرازہ ملک منتشر ہو جایا کرتا ہے

اور بالخصوص عرب جس کا ہر قبیلہ خود سر رہنے کا عادی تھا ی ملکی نظام میں منسلک ہو جانا۔ گویا اس کے مزاج طبعی کے مخالف تھا۔

الذی الف بین قلوبہم — وہی ہے جس نے اُن کے دلوں
نفقت ما فی الارض جمیعا — میں الفت پیدا کر دی۔ آپ اگر
فت بین قلوبہم — تمام دنیا کی دولت بھی خرچ کر لیتے
ن کے دلوں میں الفت نہ پیدا کر سکتے تھے۔

(۲) دعوت اسلام۔ عرب سے گذر کر۔ دنیا کے تمام حصوں میں پہنچ چکی تھی۔ عرب کے مشرق و مغرب میں دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتیں تھیں۔ کسریٰ فارس و قیصر روم۔

ان دونوں حکومتوں سے چھیڑ چھاڑ شروع ہو گئی تھی۔ اور یہ دونوں طاقتیں اپنی اپنی اغراض کے بموجب اس جدید طاقت کو کچلنے کے لئے تیار ہو چکی تھیں۔

---

(۳) یہود کی خاصی تعداد خیبر میں موجود تھی۔ اوس کی عصبیت کی زہریلی لہریں دنیا کے دوسرے گوشوں تک پہنچ رہی تھیں۔ قرین قیاس تھا کہ قیصر و کسریٰ کی شہنشاہیتوں سے انہوں نے اسلام کی بیخ کنی کے لئے ساز باز کر لی ہو۔

جس قوم کا ایک فرد عبداللہ بن سبا۔ بنکر اسلام میں اس تلوار کو نمودار کر سکتا ہے جو ساڑھے تیرہ سو برس گذرنے کے بعد بھی نیام کی طرف رخ کرنے سے متنفر ہے۔ وہ قوم ان نونہالوں پر کاری ضرب لگانے سے کیوں چوک سکتی تھی۔

---

(۴) منافقین کی ایک تعداد اب بھی موجود تھی۔ جو بلاشبہ مار آستین تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اتفاق سے حضرت ابوبکر صدیق بھی حاضر نہ تھے۔ قدرتی طور پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی ذمہ دار بن جاتے ہیں۔ وقتی تدبیر کے طور پر حضرت فاروق اعظم کے ذہن میں غالباً دنیا کی دوسری سلطنتوں کا خیال آگیا۔ جو بادشاہ کی موت کو اس وقت تک چھپائے رکھا کرتے ہیں جب تک جدید نظام درست نہ ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے بظاہر دانستہ طور پر یہ فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں۔ صرف ایک غشی طاری ہو گئی ہے۔ جو شخص یہ کہیگا کہ رسول اللہ کا انتقال ہو گیا۔ میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد۔ اس عقیدہ کے لحاظ سے تو قطعاً بجا و درست تھا کہ انبیاء علیہم السلام زندہ رہتے ہیں اور ان کے جنازے قبروں میں

محفوظ رہتے ہیں۔ زمین اُن کو نہیں کھا سکتی۔

لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل — جو راہ خدا میں مارے جاتے
اللہ اموات بل احیاء و — ہیں اُن کو مردہ مت کہو۔ وہ زندہ
لکن لا تشعرون۔ — ہیں تمہیں محسوس نہیں ہوتے۔

آیۃ کریمہ میں اگرچہ شہداء کو مردہ کہنے سے منع فرماتے ہوئے ان کی حیات کا اعلان کیا گیا ہے۔ مگر جب کہ مرتبہ نبوت ، مرتبہ شہادت کو متضمن ہوتے ہوئے مرتبہ شہادت سے بہت بالا ہے تو لامحالہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق بھی یہی اعلان کافی ہوگا۔

نبی کی پیدائش۔ خدا کے خاص انتخاب سے ہوتی ہے۔ وہ ساری زندگی راہ خدا میں صرف کرتا ہے ۔ اس کی موت بھی راہ خدا میں ہوتی ہے۔ لہذا وہ بہر حال مرتبہ شہادت سے بھی زیادہ کا مستحق ہے اس کی موت چارپائی پر ہو یا میدان جنگ میں۔ چنانچہ احادیث میں اس مضمون کو صراحت کے ساتھ ثابت فرما دیا گیا ہے۔

اس صورت میں انبیاء علیہم السلام کو مردہ ماننا آیۃ کریمہ کا در موجب کفر ہے۔ اور جو شخص منکر قرآن ہو اُس کی گردن مارنی ہو جاتی ہے۔

مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت فاروق اعظم کا یہ منشا اس وقت عام طور پر نہیں سمجھا جا سکتا تھا اگرچہ فاروق اعظم جیسے مدبر کا تدبر اسی توریۃ کی تصویب کرتا ہے۔

بہر حال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بظاہر دستور ہائے سلطنت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک توریہ کے ساتھ یہ اعلان فرمایا۔ اب صحابہ کرام خاموش تھے۔ اور پریشان تھے کہ کیا کیا جائے۔

---

لامحالہ کچھ حضرات نے حضرت سالم بن عبید رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس دوڑایا۔

لیکن حضرت سالم رضی اللہ عنہ پر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے اعلان کی ہیبت اس درجہ تھی کہ صدیق اکبر کے سامنے پہونچکر لفظ موت زبان سے ادا نہ کر سکے۔ ہچکی بندھ گئی اور آنکھوں سے آنسوں کی لڑیاں بہنے لگیں۔

صدیق اکبر۔ کیا بات ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ حضرت سالم کی ہمت اب بھی نہ پڑی کہ اس خبر کی تصدیق کر دیں۔ فرمانے لگے۔

"مگر عمر کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے گا میں اس کی گردن ماردونگا"

صدیق اکبر ضبط و تحمل کے پیکر۔ گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں۔ اور جلد سے جلد حجرہ قدسیہ تک پہنچتے ہیں۔ لوگوں کا ہجوم ہے۔ پریشانی سماں باندھے ہوئے ہے۔ مگر سب دم بخود

کہا جاتا ہے — راستہ دیدو — صاحب رسول اللہ آرہے ہیں۔ اس آواز پر لوگوں کی جان میں جان آتی ہے۔ دو رویہ صف بن جاتی ہے۔ صاحب رسول اللہ۔ حجرہ شریفہ میں داخل ہوتے ہیں۔

جسد اطہر پر چادر پڑی ہوئی ہے۔ چہرہ انور سے چادر ہٹاتے ہیں مشک و عنبر سے بھی بہتر خوشبو دماغ صدیق کو معطر کر دیتی ہے۔ صدق و صداقت کا یہ متوالا۔ فوراً جھکتا ہے۔ پیشانی مبارک پر بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے۔

سبحان اللہ دنیا میں بھی مہکتے رہے۔ اور مرنے کے بعد بھی مہک رہے ہو۔ چہرہ مبارک پر بدستور چادر ڈھک دیتے ہیں۔ حجرہ شریفہ سے باہر نکلتے ہیں۔ لوگوں کا ہجوم سب طرف سے گھیر لیتا ہے — یا صاحب رسول اللہ کیا رسول اللہ کی وفات ہو گئی۔

آپ ایک کنارے پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ سب کو اس طرف بلاتے ہیں مجمع آپ کی طرف سمٹ آتا ہے۔ فاروق اعظم دم بخود دیکھ رہے ہیں۔ منتظر ہیں کہ اب کیا ہوتا ہے۔ پیشتر سے کوئی مشورہ بھی نہیں ہو سکا۔ اور اس وقت مشورہ کا موقعہ نہیں۔

صاحب رسول (صدیق اکبر) کھڑے ہو کر تقریر فرماتے ہیں جس کے خاص جملے

یں۔

ابعد فمن کان یعبد محمداً
ن محمداً قد مات۔ ومن کان
بد اللہ فان اللہ حیّ لا
وت۔ قال اللہ تعالےٰ
ا محمد الا رسول۔ قد خلت
ن قبلہ الرسل۔ أفإن مات
و قتل انقلبتم علے اعقابکم
ن ینقلب علی عقبیہ فلن
اللہ شیئًا۔ وسیجزی اللہ
شاکرین
(سورہ آل عمران)

اما بعد۔ جو محمد کی پرستش کرتا تھا اسکو معلوم ہونا چاہئے کہ محمد کی وفات ہوگئی۔ اور جو خدا کی پرستش کرتا تھا تو بلا شبہ خدا زندہ ہے۔ اسکو موت نہیں۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف اللہ کے رسول ہیں۔ آپ سے پہلے بھی رسول آئے۔ کیا اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) مرجائیں یا قتل کردئے جائیں تو تم لوگ الٹے پھر جاؤگے۔ جو شخص الٹا پھریگا وہ خدا کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور اللہ شکر گذاروں کو جزا دے گا۔

---

یہ آیت سبنے پڑھی تھی۔ سب کو یاد تھی۔ مگر اس وقت دارفتگی ۔۔نک بڑھی ہوئی تھی کہ سب کچھ بھول گئے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۔۔اس تذکیر و تنبیہ پر آنکھیں کھل سی گئیں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جو تدبیر سوچی تھی۔ اس کا وقت تو ۔۔چکا۔ عام اعلان ہوگیا۔ اور اعلان بھی اُس کی جانب سے جو اس وقت ۔۔صحابہ کا مرجع بنا ہوا تھا۔ اور جس کو صاحب رسول اللہ کے خطاب سے ۔۔یا جارہا تھا۔

اب لامحالہ ضرورت تھی کہ تجہیز و تکفین کو اہل خانہ کے سپرد ۔۔کے کسی نظام کے قائم کرنے کی جانب جلد از جلد توجہ کی جائے اور ایک ۔۔ی ساعت کے توقف کے بدون وہ ضروری انتظامات کردئے جائیں ۔۔سے فتنوں کی پیش بندی ہوجائے۔

یہ تھا وقت کا اہم ترین فرض۔ اور یہ تھا وہ نازک ترین مرحلہ جس پر ملت اسلامیہ کا بقاء و تحفظ موقوف تھا۔

تم دیکھو۔ صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ معاذ بن جبل۔ سعد بن ابی وقاص۔ عثمان غنی۔ رضی اللہ عنہم جیسے جماعت صحابہ کے بلند پایہ سردار۔ اور امت اسلامیہ کے ارکان و اساطین اسی پریشانی میں سرگرداں ہیں۔ تقریبًا ۳۶ گھنٹہ اسی سرگردانی میں صرف ہوجاتے ہیں۔

انصار کی جماعت علیحدہ پریشان ہے۔ ان کو خطرہ ہے کہ حضرات مہاجرین خاندان قریش سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو سارے عرب میں ہمیشہ سے واجب الاحترام رہا ہے۔ آج یہ لوگ مکہ معظمہ جا بیٹھیں تو اُن کا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا

لیکن انصار کی مٹھی بھر جماعت جو اسلام کے نام پر چشم عرب کا کانٹا بن چکی ہے اس کا خدا جانے کیا حشر ہو۔ وہ خود اپنے نظم کے قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ اور ایک شخص کو اپنے امیر کی حیثیت سے منتخب بھی کر لیتے ہیں۔

خلافت صدیقی کی مفصل بحث دوسرے موقعہ پر ملاحظہ یہاں صرف یہ بتانا تھا کہ اس شدید ترین موقعہ پر جو ساری امت صرف ایک مرتبہ ہی پیش آیا۔ جس نے پوری ملت کی رہنمائی کی جس ۔۔

---

حضرت علی رضی اللہ عنہ اس مشورہ میں شریک نہ ہوسکے۔ کیونکہ اُن کے متعلق ان حضرات نے اسی سنت پر عمل کیا تھا جس کا ثبوت غزوہ تبوک کے موقعہ پر ہوچکا تھا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل وعیال کی نگرانی اور مدینہ طیبہ کے نظم و نسق کے لئے مکان پر چھوڑ دیا تھا حضرت علیؓ نے اس پر احتجاج کیا۔ تو جواب صادر ہوا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم ہارون علیہ السلام کی حیثیت میں رہو۔ فرق یہ ہے کہ ہارون نبی تھے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

طرف چھوٹے بڑے ہر ایک صحابی نے رجوع کیا۔ اور جس کو صاحب رسول اللہ کے لقب سے یا کرکے اپنا آخری سہارا بنایا۔ وہ صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

**نمازِ جنازہ اور مرقد پاک کے متعلق استفسار** دو اہم سوال درپیش تھے۔ نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں دفن کیا جائے۔

بقول سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ چونکہ امت عربیہ میں انبیاءً نہیں آئے تھے۔ وفات نبی کا واقعہ اس کے لئے بالکل نیا تھا۔ اس لئے اُس کو ہر ایک موقعہ پر سوال درپیش آتا۔ اور وہ اپنی مشکلات کی آخری پناہ۔ ذات صداقت کو قرار دیتے تھے۔

اس رازدان نبوت کے پاس ہر ایک سوال کا جواب موجود ہوتا جو اکابر صحابہ کو اطمینان اور تشفی سے ہم کنار کر دیتا تھا۔

نمازِ جنازہ کے متعلق صدیقی فتویٰ صادر ہوا۔ کہ ایک ایک جماعت ہ شریفہ میں داخل ہوتی رہے اور علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے رہیں ترمذی)

---

مرقد پاک کے متعلق ارشاد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا تھا کہ جس جگہ نبی کی قبر بنوانی خدا کو منظور ہوتی ہے اُسی جگہ کی روح قبض کی جاتی ہے۔ (شمائل ترمذی شریف)

**جیش اسامہ اور تدبر صدیق رضی اللہ عنہ** رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شام پر حملہ کرنے کے لئے زیر قیادت حضرت اسامہ بن زید ایک لشکر مرتب فرمایا تھا۔

یہ لشکر مدینہ طیبہ سے روانہ ہو کر کچھ مسافت طے کر چکا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض کی اطلاع پہنچی۔ اور چند روز کے لئے اُس نے اسی جگہ قیام کر لیا۔ حضرت اسامہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ وفات کے بعد پہلا سوال یہ تھا کہ اس لشکر کو شام بھیجا جائے یا اُس کی روانگی کو ملتوی کر دیا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے بہادر اور حلیم کی بھی رائے یہ تھی کہ اسکی روانگی کو موقوف کر دیا جائے۔ مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اصرار یہی تھا کہ جس لشکر کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روانگی کا حکم دے چکے ہیں اس کو میں ہرگز نہیں روک سکتا۔ رفتہ رفتہ ارباب حل و عقد اسی پر متفق ہو گئے۔

اس لشکر کی روانگی کا یہ اثر ہوا کہ جن جن قبائل پر وہ لشکر گذرا وہ مرکز کی قوت سے مرعوب ہو گئے۔ اور ارادہ بغاوت سے باز رہے۔

**جھوٹے نبی، ارتداد اور انکار زکوٰۃ کے فتنے** جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ عرب عرصہ دراز سے بلکہ ابتداء فطرت سے اسقدر انتشار پسند واقع ہوئے تھے کہ دو قبیلوں کا بھی ایک نظام میں منسلک رہنا ناممکن تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کی قدیمی فطرت پھر ظاہر ہونے لگی۔ کچھ اغراض پرست تھے۔ جنہوں نے پنی کج فہمی سے سچی نبوت کو سیاسی پروپاگنڈا سمجھ لیا۔ اور تحصیل ملک و سلطنت کے شوق میں نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ وہ قبائل یا افراد جو شرف زیارت سے بھی مشرف نہیں تھے۔ اور محض بتقاضائے فضا داخل اسلام ہو گئے تھے۔ ان مدعیان نبوت کے ہمنوا بن گئے۔ اور قبائلی عصبیت نے بھی ان جھوٹے نبیوں کی امداد کی۔

مختصر یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پاتے ہی مختلف اسباب کے بموجب قبائل عرب چار حصوں میں منقسم ہو گئے۔

(۱) راسخ العقیدہ مسلمان۔ یہ عموماً وہ حضرات تھے جو رسول اللہ کے انفاس قدسیہ سے براہ راست فیضیاب ہو چکے تھے۔

(۲) وہ حضرات جنہوں نے عشر ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ جن کو اہل تاریخ مانعین زکوٰۃ کے نام سے موسوم کیا کرتے ہیں یہ عموماً باشندگان مکہ تھے۔ ان حضرات کی دلیل یہ تھی کہ فریضہ زکوٰۃ حق حکومت نہیں بلکہ حق فقراء ہے۔ جو انفرادی طور پر بھی دیا جا سکتا ہے۔

...۱) عشر۔ یا اونٹوں اور بکریوں کا صدقہ۔ وہ عہد رسالت کے ... مخصوص تھا۔ (عرف الشذی) (۳) اسلام سے منحرف ہونیوالے یعنی مرتدین

(۴) مندرجہ ذیل چند نئے نبی اور ان کے ہمنوا۔

(الف) مسیلمہ کذاب۔ جس نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ...ں نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا۔

(ب) اسود عنسی۔ اس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ...ت سے پیشتر ہی یمن میں علم نبوت بلند کیا تھا۔

(ج) طلیحہ بن خویلد (د) سجاح بنت حارث قبیلہ بنی تمیم ...رت تھی۔ اس نے اپنی قوت مضبوط کرنے کے لئے مسیلمہ سے ...ح بھی کر لیا تھا۔

یہ مختلف فتنے تھے۔ جن کی بنا پر سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میرے ...پر وہ وقت آیا کہ اگر بڑے بڑے پہاڑوں پر یہ وقت آتا۔ تو ان کو ...ور کر دیتا۔ (فتوح البلدان)

...چنانچہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کی رائے یہ ہوئی ...د اور جھوٹے نبیوں کا مقابلہ کیا جائے اور جو لوگ صرف عشر سے ...ت ہوئے ہیں ان سے صلح کر لی جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس ...ت میں شیرازۂ اسلام کا انتشار تھا۔ جو اس امت کو پہلے قدم ...کھوکھلا کر دیتا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بہادر اور دلیر ہمت نے اس ...ی کو قطعاً گوارا نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے گفتگو شروع کی۔ تو آپنے ...ں سے فرمایا۔

"عمر۔ تم زمانہ جاہلیت میں اسقدر دلیر تھے۔ آج اسلام میں ...ں ہو گئے۔ حق و صداقت صرف ہمارے پاس ہے۔ ان کمبختوں ...س اعراض اور اوہام پرستی کے سوا کچھ بھی تو نہیں۔ کیا اوہام و اعراض ...ا بلہ پر حق و صداقت و بے بسی ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

ایک بکری کا بچہ۔ جس کو وہ عہد رسالت میں ادا کرتے تھے۔ اگر اس کے دینے سے کوئی انکار کرے۔ تو واللہ میں اس سے جنگ کروں گا۔ میں گوارا نہیں کر سکتا کہ زکوٰۃ اور نماز میں تفریق ہو۔ اگر میرے ساتھ کوئی نہ چلے تو میں تنہا جاؤں گا اور لڑوں گا۔"

---

حضرت صدیقؓ کی اس تنبیہ سے ان حضرات نے دوبارہ غور کیا اور اب سب کی رائے جہاد اور مقابلہ پر ہی متفق ہو گئی

**اہل قبلہ سے جہاد** حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اشکال تھا کہ ایسی جماعت سے کیونکر جنگ کی جا سکتی ہے جو توحید و رسالت کی قائل۔ نماز اور روزہ کی عامل ہے۔ صرف زکوٰۃ یا عشر سے انکار کر رہی ہے، مگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس نقطہ کو واضح فرمایا کہ ضروریات دین میں سے کسی ایک کا انکار بھی ارتداد ہے۔ اسی پر جملہ صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا۔

---

اس تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی سی تنبیہ کے بعد تمام منکرین خود زکوٰۃ لیکر بارگاہ خلافت میں حاضر ہو گئے۔ اور اس طرح عرب کی مرکزی طاقت مجتمع ہو گئی

**مدعیان نبوت کا قلع قمع** اس مہم کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا گیا۔ اور ایثار شیوہ جانبازان اسلام کی ہمت و جد و جہد سے چند ماہ میں اس فتنہ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اس کے بعد مرتدین کی اصلاح اور زناد... کی طرف توجہ کی گئی۔ اور یہ حسن نیت و اخلاص کا ثمرہ تھا کہ اوائل ۱۲ھ تک ان تمام جھگڑوں سے نجات مل گئی۔ کم از کم ایک ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان فتنوں کی رزمگاہوں میں جام شہادت نوش کیا (رضی اللہ عنہم اجمعین)

(۱) حضرت فاروق رضی اللہ عنہ جیسا حلیم۔ مدیر۔ الانصاف پسند

دور اندیش فاتح نہیں پیدا کرسکی۔ لیکن جن فتنوں نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی سرگرداں کردیا ہو اُن کی ہیبتناکی کے بیان کے لئے کسی تحریر کی ضرورت نہیں۔

صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہی تھی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا اہم ترین فریضہ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیکر۔ اسلام کے متزلزل قلعہ کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردیا۔ کیا کوئی بھی روشن تاریخ کی تردید کرسکتا ہے ؟

یہی صدیق تھا جس نے ابتدائے نبوت میں نبی برحق کا ہاتھ بٹایا۔ اسی نے ہجرت کے اہم ترین واقعہ میں شرف رفاقت حاصل کرتے ہوئے عرش معلے سے صاحب کا خطاب حاصل کیا۔ یہی تھا جس نے وفات کے بعد ناموس رسالت کو محفوظ رکھا۔

**جمع و ترتیب قرآن شریف** ایک غلط فہمی عام ہے کہ قرآن پاک حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جمع کیا گیا۔ لیکن قاطع ہے کہ نصوص قرآنی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آیات قرآن کی ۔۔۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ذریعہ سے فرماتے تھے۔

نك به لسانك لتعجل به — یعنی قرآن پاک کو جلد سیکھنے اور
ن علينا جمعه وقرانه فاذا — یاد کرلینے کے لئے زبان مت
قراناه فاتبع قرانه ثم ان — ہلاؤ۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھنا
علينا بيانه (سورہ قیامہ) — ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھیں

تو پڑھنے کے ساتھ رہو۔ پھر ہمارے ذمہ ہے اسکی تفسیر و بیان۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جب وحی نازل ہوتی تھی تو ہر ایک فقرہ کے نزول پر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ جلدی جلدی چند مرتبہ اسکو زبان سے ادا کرلیں تاکہ فراموش نہ ہوجائے تو اس آیت کے ذریعہ سے اطمینان دلایا گیا۔

اس آیت میں جمع قرآن اور پھر بیان و تفسیر کو خود حضرت حق جل مجدہٗ نے اپنے ذمہ لیا۔

چنانچہ ہر آیت کے نزول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اسکو فلاں سورت میں فلاں موقعہ پر رکھا جائے۔

یہ ترتیب مذکورہٗ بالا آیت کے بموجب الہام کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ چنانچہ عہد رسالت میں تمام سورتیں مدون ہوچکی تھیں۔ احادیث میں بکثرت موجود ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فلاں نماز میں فلاں سورت پڑھی۔ فلاں نماز میں فلاں سورت پڑھی۔ یہ ترتیب آیات کے متعلق صریح اور واضح شہادت ہے۔

اسی طرح سورتوں کے نام بھی احادیث میں موجود ہیں اور اُن ناموں کے ذریعہ سے ہی سورتوں کے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔

اسی طرح سورتوں کی باہمی ترتیب کے متعلق کافی شواہد احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً حضرت جبریل علیہ السلام کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سال وفات میں دو مرتبہ قرآن شریف سنایا۔

عموماً اصحاب کرام سات روز میں قرآن شریف ختم کیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ البتہ ایک چیز باقی تھی۔ یعنی قرآن پاک کو کتابی شکل میں تحریر کرنا۔ حقیقت یہ ہے کہ عرب کتابت کے بہت کم عادی تھے۔ قدرتی طور پر عرب کا حافظہ اس قدر قوی تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ عرب سے زیادہ اپنے آباؤ اجداد کے حالات کو کسی نے محفوظ نہیں رکھا۔ لیکن اس کا ذریعہ اُن کے اشعار اور قصائد ہوتے تھے۔ جو عام طور سے ازبر ہوتے تھے۔

اسی طرح نہ صرف اپنے خاندانوں کے نسب۔ بلکہ گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب بھی ان کو محفوظ ہوتے تھے۔ اور ان تمام چیزوں میں وہ قوت حفظ پر اعتماد کرتے تھے۔ نزول قرآن پاک کے ساتھ ساتھ پابندی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابت کراتے رہتے۔ لیکن عام طور پر صحابہ کرام اس کو زبانی حفظ کرتے رہے۔ اب حافظہ میں تو ہر ایک کے موجود تھا۔ لیکن یکجا کتابت میں کسی کے پاس

ہیں تھا - ارتداد اور دعوے نبوت کے ہنگاموں میں تقریباً ایک
صحابہ شہید ہو گئے جن میں سے ستر حضرات وہ تھے جن کو تمام قرآن
ت حفظ تھا اور قرار کے خطاب سے ملقب ہوتے تھے۔

ان حفاظ کرام کی شہادت پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ
یال آیا کہ اگر اسی طرح حضرات حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن
کی حفاظت دشوار ہو جائے گی۔

رائے ہوئی کہ قرآن پاک کو یکجا تحریر کرا لیا جائے - اور
کو درشاہوار کے طور پر محفوظ کیا جائے۔

چنانچہ بارگاہ صدیقی میں حاضر ہو کر اپنے اس خیال کو پیش کیا
ت صدیق رضی اللہ عنہ کو ابتداءً یہ عذر تھا کہ جس کام کو رسول اللہ صلی اللہ
علم نے نہیں کیا - اس کو میں کیسے کر سکتا ہوں - لیکن باہمی گفتگو
ور وخوض کے بعد حضرت صدیق رضی حضرت فاروق رضی سے متفق
ئے - اس کے بعد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا
یا - پہلے حضرت زید رضی کو بھی اس میں عذر ہوا - لیکن پھر گفتگو کے
لحت سمجھ میں آ گئی - اور نہایت کوشش اور احتیاط کے ساتھ
تفرق اجزار کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں مدون کر دیا۔
ری شریف و ترمذی شریف)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

| | |
|---|---|
| علم اللہ فی القرآن انہ | حق جل مجدہٗ نے اپنے کلام پاک |
| وع فی الصحف فی قولہ | یتلو صحفا مطہرۃ سے بیان فرمایا |
| صحفا مطہرۃ الآیۃ | ہے کہ قرآن پاک صحیفوں میں جمع ہو |
| ن القرآن مکتوبا فی | چنانچہ قرآن حکیم صحیفوں میں جمع تھا |
| حف لکن کانت متفرقۃ | لیکن وہ متفرق اور منتشر تھا - ابو بکر رضی |
| ھا ابو بکر فی مکان واحد | نے اسکو ایک جگہ جمع کر دیا - پھر اُسکے |
| نت بعدہ محفوظۃ الی ان | بعد وہ محفوظ رہا - حتی کہ حضرت عثمان رضی |
| عثمان بالنسخ منہا عدۃ | نے حکم فرمایا کہ اُس کی متعدد نقلیں |

مصاحف وارسل بھا لے لی جائیں - اور اُن کو دوسرے
الی الامصار (فتح الباری ج ۹ صلا) شہروں میں بھجوا دیا۔

یہ صحیفہ صدیقی حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ
کرا دیا گیا - جب زمام خلافت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حوالہ
ہوئی تو یہ صحیفہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس امانت رہا - پھر
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اس کی پانچ نقلیں
لی گئیں - ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہی اور چار نقلیں چار
صوبوں میں بھجوا دی گئیں۔

بہر حال قرآن پاک کو کتابی شکل میں مدون کرانے کا شرف حضرت
صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کو حاصل ہے - اور اس کی نشر
و اشاعت کا شرف حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو - واللہ اعلم بالصواب

## دنیا کی شہنشاہیتوں کو اعلان جنگ

## فتوحات - اسباب فتوحات اور اسلام میں جہاد کی حیثیت

یورپ کی ڈپلومیسی ۔ خدا کی پناہ۔

اس کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اپنے لئے اقدام جنگ بلکہ اقدام وحشت
و بربریت کے تمام آلات واسباب کو جائز اور رواجب قرار دیتے ہوئے
مسلمانوں پر طعن تشنیع شروع کر دی۔

اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے - اسلام بربریت اور درندگی
کی تعلیم دیتا ہے - مسلمان اپنی بہیمانہ اور وحشت آفریں طبیعت کی
وجہ سے دنیا پر غالب ہوئے ۔ وغیرہ اعتراضات تھے - جو سراسر
بے بنیاد - قطعاً غلط - مگر اُن کو اتنا اُچھالا کہ سنجیدہ اور سمجھدار مسلمان
بھی مسئلہ جہاد کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگے - بڑے بڑے
علامۂ فہامہ بھی اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر اعلان کرنے لگے
کہ اسلام جارحانہ جہاد کی تعلیم نہیں دیتا - اس کی تعلیم جہاد صرف
دفاع کے لئے ہے۔

یورپ کو مبارک ہو کہ وہ اپنے مقصود میں کامیاب ہو گیا۔ جذبہ جہاد مسلمانوں کے قلوب سے تقریباً فنا ہو گیا۔

مگر ہمارا غیر متزلزل یقین ہے کہ اسلام جارحانہ جہاد کی تعلیم دیتا ہے۔ البتہ وہ فرض کفایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور دفاعی جہاد حسب ضرورت فرض عین ہو جاتا ہے۔

اسی طرح افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اسباب فتوحات کے متعلق بھی اب تک اردو میں یا تو کوئی کتاب لکھی نہیں گئی۔ یا کم از کم احقر اس کے مطالعہ سے اب تک محروم ہے۔

انگریزوں نے صرف ہندوستان پر قبضہ کرنے کے لئے متواتر ڈھائی سو سال جدوجہد کی۔ اور مٹھی بھر مسلمان ہر طرح کی بے سروسامانی کے باوجود صرف اٹھارہ سال میں ربع مسکوں کے ایک تہائی حصہ پر قابض ہو گئے۔

وجوہات اور اسباب کیا تھے۔ افسوس ہے کہ ابتک ان کی تشریح نہیں کی گئی۔ ایک بہت بڑی درسگاہ کے مشہور پروفیسر نے سوال کے حل کی جانب کچھ توجہ کی مگر افسوس جواب ایسا دیا جو یورپ کے پروپیگنڈے کی تائید کرتا ہے۔ عرصہ سے آرزو ہے کہ تاریخ اسلام کے چوتھے نمبر میں ان دونوں سوالوں کی حقیقت کو بے نقاب کیا جائے مگر افسوس افکار و مشاغل کا ہجوم اب تک اس آرزو کی تکمیل میں مانع رہا بہر حال اگر توفیق الٰہی شامل حال ہے تو بہت ممکن ہے آئندہ چند سالوں میں یہ آرزو منصہ شہود پر جلوہ نما ہو جائے۔ اللّٰھم وفق۔

جبکہ اسلام امن و سلامتی عالم کا ذمہ دار ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایک نسل یا کسی ایک ملک کے لئے رحمت نہیں بلکہ آپ کالے اور گورے ہر عجمی اور عربی بلکہ ہر ایک ذی روح بلکہ تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین تو سمجھ میں نہیں آتا کہ حکومت اسلام کے لئے کب جائز ہو سکتا ہے کہ روئے دنیا کے کسی خطہ میں انسانوں کی جماعت کو مغلوب۔ عاجز اور پامال دیکھے۔ اور صبر و سکون کے ساتھ خاموش بیٹھی رہے اور فریضہ جہاد کو صرف اسی وقت کے لئے محفوظ رکھے۔ جب دنیا کی مغرور طاقتیں اسلام پر حملہ آور ہوں۔

| | |
|---|---|
| (الف) وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین للہ | اُن سے جہاد کرتے رہو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے |
| (ب) وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ | اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی جانب جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ کرو |
| (ج) وقاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیہ عن ید وھم صاغرون (سورہ توبہ) | وہ اہل کتاب جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور نہ اس چیز کو حرام قرار دیتے ہیں جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا۔ اور نہ دین حق اختیار کرتے ہیں۔ ان سے جنگ کرو اس وقت تک کہ یہ چھوٹے بنکر اپنے ہاتھ سے جزیہ (ٹیکس) دینے لگیں۔ |

ہمیں تسلیم ہے کہ صلح اور جزیہ کی تعلیم ہوتے ہوئے فتنہ سے شرک مراد لینا اگر درست ہو سکتا ہے۔ تو صرف ان خصوصی حالات کے پیش نظر جو اس وقت سرزمین عرب میں درپیش تھے۔

ورنہ حقیقت یہ ہے کہ شرک و کفر سے شدید تر فتنہ یہ ہے کہ بالادست طاقتیں اور برسر اقتدار افراد یا جماعت اپنے ہم جنس اولاد آدم کو اتنا پامال کر دے کہ شب و روز کی پریشانیوں میں وہ فکر عاقبت سے بھی غافل ہو جائیں۔ اور اگر کسی مدہوش کو کبھی ہوش آئے بھی تو بالادست طاقت کے ظالمانہ حصار میں وہ اس طرح جکڑ بند ہو کہ اس کے لئے ناممکن ہو کہ وہ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ سکے۔ اور آزادی کے ساتھ اُس مذہب کو قبول کر سکے جس میں وہ اپنے لئے فلاح محسوس کر رہا ہو۔

درحقیقت ان طاغوتی طاقتوں کے پرخچے فضاء آسمانی میں اڑا دینا

یردستوں اور مغلوبوں کے راستہ کی رکاوٹ کو دور کرتا - پا بزنجیر کمزوروں
کے پیروں سے مجبوریت اور مقہوریت کی بیڑیاں کاٹ ڈالنا اسلامی
کومت کا اولین فریضہ ہے۔

دوحقیقت یہی فریضہ تھا جس کی جانب توجہ کرنا خلیفہ رسول
صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا فرض تھا۔

یہی وہ فرض تھا جسکی ابتدا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
نے خود اپنے عہد مبارک میں ان مراسلات کے ذریعہ سے کر دی تھی جو
نہایت اہتمام کے ساتھ دنیا کے بادشاہوں کے پاس بھیجے تھے۔

اور امن وسلامتی عالم کا یہی فرض تھا کہ جب صحابہ کرام نے
دیانت - پختگی اور استقلال کے ساتھ اس کو انجام دیا - تو ملوکیت
اور شہنشاہیت کے بازوؤں کو مجروح اور شکست کرنے سے پہلے
زیردستوں کے قلوب کو مسخر کر لیا - درماندہ اقوام کے جذبات احسان
شناسی اور شکر سندی نے ان فاتحین کا وہ خیر مقدم کیا - جس کی نظیر
دنیا کی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

## هل جزاء الاحسان الا الاحسان

فاتحین کے احسان ونوازش کا یہ اثر تھا کہ مفتوح اقوام نے
اپنا مذہب اور اپنا کلچر بھی فاتحین کے مذہب وکلچر کی نذر کر دیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جہاں جہاں صحابہ کرام کے قدم پہنچے
وہاں اسلام کی وہ اکثریت ہو گئی - جو ساڑھے پندرہ سو برس کی بیشمار
گردشوں کے بعد بھی اقلیت سے نہ بدل سکی۔

کیا تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی نوکوں نے یہ انقلاب
پیدا کیا - معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

لا اکراہ فی الدین - قد تبین الرشد من الغی
دین ومذہب کے سلسلہ میں جبر واکراہ نہیں رشد وگمراہی صاف صاف واضح ہو گئے ہیں۔

یہ محض رشد وہدیٰ کی چمک تھی - جس نے کفر وظلمت کی
کی تاریکی کو کافور کر دیا۔

کاش ہمارے اعمال بھی رشد وہدیٰ کے آئینہ دار ہوتے - تو محال
تھا کہ پشت زمین کفر وشرک اور ملوکیت کے دیوتاؤں کا صنمخانہ
بنی رہتی۔ از ماست ہرچہ بر ماست

---

اس سے انکار نہیں کہ عرب وعجم کی پرانی آویزش نے کچھ ایسی صورتیں
بھی پیدا کر دی تھیں کہ حکومت اسلام کو جہاد کرنا ضروری تھا - مگر ہمارے
عقیدہ کے بنا پر رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ برحق پر
فرض ہو جاتا تھا کہ وہ جس طرح امت عربیہ کے امن وامان کا خیال کرتا
اسی طرح وہ دنیا کے تمام گوشوں پر نظر ڈالتا - اور جہاں تک اس سے
ممکن ہوتا درماندہ قوموں کو امن وعافیت کی زندگی کا موقعہ دینے کے
لئے اُن طاغوتی طاقتوں کے قلع قمع کی جلد سے جلد فکر کرتا - جو ان پست
اور درماندہ اقوام کی عافیت کو تنگ کئے ہوئے تھیں

فقاتلوا ائمۃ الکفر کفر کے مڈھوں - ظلم وعدوان کے سرداروں
انہ لا ایمان لھم سے جنگ کرو - ان کا کوئی عہد وپیمان نہیں

بہرحال ان مباحث کو نیز فتوحات اور جہاد کی تفصیلات کو تاریخ
اسلام کے حوالہ کرتے ہوئے اس وقت اختصار آ عرض ہے کہ
آج ساری دنیا کی چھوٹی بڑی حکومتوں میں روس اور برطانیہ کو مرکزی
طاقتیں کہا جا سکتا ہے - تو اسی طرح ابتدار اسلام کے عہد میں فارس
اور روم کی دو مرکزی طاقتیں تھیں۔

ارض عرب - ان دونوں طاقتوں کے درمیان حد فاصل تھی - بہت
مرتبہ کوشش کی گئی کہ اس درمیانی ملک پر قبضہ ہو جائے - لیکن یہ
وہ خطہ تھا - جسکو قدرت نے ازل سے نہ صرف اپنی حریت کو باقی رکھنے
کے لئے بلکہ غلامان دنیا کی بیڑیاں کاٹنے کے لئے منتخب کر رکھا تھا۔

**مہم عراق** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرویز شہنشاہ ایران کے
پاس دعوت اسلام بھیجی - تو اس نے پندار ملوکیت میں نامہ گرامی کو چاک کر دیا

اور خود ذات گرامی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گرفتاری وغیرہ کی دھمکی دی - اس واقعہ کو جب بارگاہ رسالت میں سنایا گیا تو لسان وحی ترجمان سے صادر ہوا۔

"جس طرح ہمارے مکتوب کو چاک کیا ہے اسی طرح اُس کی حکومت پارہ پارہ ہو جائے گی"

کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا قدرت کے مضبوط پنجے نے غرور و پندار کے اس ناپاک مجسمہ کو تخت ملوکیت سے علیحدہ کر دیا۔ اور سلطنت ایران میں طوائف الملوکی کا طوفان بپا کر دیا۔ انقلابات اور تبدیلیوں کے بعد یزدگرد نابالغ کو ایران کا شہنشاہ بنایا گیا۔ اور "پوران دخت" کو اس کی جانب سے تخت کیانی پر متمکن کیا گیا

---

عراق جس میں عرب آبادی کثرت سے تھی اور جوہر ایسے موقعہ سے فائدہ اٹھا کر انقلاب کے لئے جدوجہد شروع کر دیا کرتی تھی اب بھی ملوکیت ایران کے مقابلہ کے لئے کھڑی ہو گئی۔

مبازین انقلاب کے زمرہ میں "مثنیٰ بن حارثہ شیبانی" بھی . یہ پہلے سے مشرف باسلام ہو چکے تھے . مگر ان کے پاس جمعیت تھوڑی تھی - جس سے ایران جیسی شہنشاہیت کے مقابلہ میں کامیاب ہونا ناممکن تھا - انہوں نے خلافت صدیقی کو اپنا پناہ گاہ تصور کیا اور طلب امداد کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے - اور درخواست پیش کی یا خلیفہ رسول اللہ ـــ میری قوم کے کچھ آدمی مسلمان ہو چکے ہیں باقی کے اسلام کی توقع ہے - اگر دربار خلافت سے مجھے مامور کر دیا جائے تو میں تبلیغ اسلام کا فرض بھی انجام دوں اور اہل فارس سے جہاد بھی کروں

درخواست منظور ہوئی - حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے وطن پہنچکر اپنی ساری قوم کو وعظ و تبلیغ کے ذریعہ سے دائرہ اسلام میں داخل کر لیا - اور ایرانی فوجوں سے جہاد شروع کر دیا۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے قلمرو اسلام میں منشور صادر فرمایا

اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے عراق کی جانب فوج کشی کی ضرورت ہے۔ حامیان ملت - اسلامی فوج میں بھرتی ہوں۔

نوجوانان عرب - رضاکاران اسلام اپنے اسلحہ اپنے گھوڑے اور اپنے ہی پاس سے اپنی اپنی حیثیت کے بموجب سامان رسد لے کر جوق جوق مدینہ طیبہ حاضر ہوئے - اور فریضہ جہاد کی ادائیگی کے لئے اسلامی فوج کے سپاہی بن گئے۔

اعلاء کلمۃ اللہ ـــ یعنی طاغوتی ملوکیت کے پرخچے اڑا کر رب العالمین کی پرامن - پر عافیت اور سراسر رحمت - حکومت کا قیام نصب العین تھا - مال غنیمت - تنخواہ تھی - (کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُعل رزقی تحت ظل رمحی ـــ "میرا رزق نیزوں کے سایہ تلے ہے")

شہادت ـــ انعام تھا۔

---

چند ہزار نوجوانان اسلام کا اجتماع ہو گیا - تو اس لشکر کو حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حضرت مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی کمک کے لئے روانہ کر دیا - حضرت خالد بن ولید رضہ نے پہنچنے کے ساتھ ہی جنگ کی صورت بدلدی - اور "نقیا" "کسکر" وغیرہ فتح کرتے ہوئے شاہان عجم کے حدود میں داخل ہو گئے - یہاں شاہ جاپان سے مقابلہ کیا - اور اس کو شکست دی - پھر حیرہ کے بادشاہ نعمان سے جنگ آزما ہوئے - نعمان ہزیمت اٹھا کر "مدائن" بھاگ گیا - یہاں سے خورنق پہنچے - لیکن اہل خورنق نے مصلحت اندیشی کو راہ دے کر ستر ہزار - یا - ایک لاکھ درہم خراج پر مصالحت کر لی - غرض اس طرح حیرہ کا پورا علاقہ زیر نگیں ہو گیا۔

مگر یہ چیز یاد رکھنے کی ہے کہ اس پورے صوبہ یا ضلع کا خراج ایک لاکھ درہم یعنی تقریباً بیس ہزار روپیہ سالانہ مقرر ہوا - اس کے علاوہ شرائط صلح یہ تھیں :

(الف) کوئی گرجا - کوئی مکان نہیں گرایا جائے گا - جملہ مذاہب آزاد رہیں گے

(ب) باشندگان حیرہ مسلمانوں کی امداد کرتے رہیں گے

(ج) اپنے ملکی معاملات اور ملکی نظم و نسق میں آزاد رہیں گے

...تابع اسلام کے وفادار رہیں گے

لطیفہ - خریم بن اوس طائی - جبکہ بارگاہ نبوت (علیٰ
...ہا الصلوٰۃ والسلام) میں حاضر ہیں - عرض کرتے ہیں - یا رسول اللہ
...نا عالم "حیرہ فتح کرادے - تو آپ مجھکو "دختر بقیلہ عطا فرما دیں -
...ار حیرہ کے خاندان میں ایک نہایت حسین عورت تھی)

"دربار رسالت" بہت بہتر -

اب جبکہ صلح کا قصہ درپیش تھا - تو حضرت خریم - حضرت خالد
...للہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور دختر بقیلہ کا مطالبہ کرتے
...رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وعدہ یاد دلایا - اور اصرار کیا کہ
...بیلہ کو معاہدہ صلح سے مستثنیٰ رکھتے ہوئے میرے حوالہ کیا جائے - حضرت
...ن سعد انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ
...پنے دعوے کی شہادت میں پیش کیا - چنانچہ دختر بقیلہ کو صلح سے
... رکھا گیا -

عمائدین کفار صلح سے فارغ ہو کر دختر بقیلہ کے پاس پہنچے
...سے استغنا کی معذرت کی -

دختر بقیلہ نے معذرت کے جواب میں کہا -

آپ مطمئن رہیئے - میرا خیال ہے کہ یہ بدوی شخص ہے - میں
...آسانی سے اس شخص سے نجات پالوں گی - اس کو اطلاع کر دیجئے
...بقیلہ اب بوڑھی ہوگئی ہے - آپ نے زمانہ شباب کا ذکر سنا تھا
...ر بقیلہ کو حسن سے کیا نسبت

ایک شخص خریمؓ کے پاس پہنچا -

دختر بقیلہ جو آپ کی باندی ہے - اس کو آپ فروخت کر دیجئے

حضرت خریم — کیا قیمت دو گے -

آنے والا — جو آپ مانگیں -

حضرت خریم - ایک ہزار درہم

چنانچہ دختر بقیلہ ایک ہزار درہم میں فروخت کر دی گئیں -

کچھ لوگوں نے حضرت خریمؓ سے کہا کہ شاہی خاندان کی شاہزادی
اور آپ نے صرف ہزار درہم میں فروخت کر دی - جب کہ خود خریدار
آپ کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار تھا -

---

حضرت خریم - کیا ہزار سے اوپر بھی گنتی ہوتی ہے ؟

میں تو سب سے بڑا عدد اسی کو سمجھا تھا - (فتوح البلدان واقدی)

---

آج علماء ملت پر جدید علوم سے عدم واقفیت کا الزام لگا کر
سیاست سے نابلد ہونے کا اعتراض کرنے والے غور کریں - کہ
سائنس اور فلسفہ سے قوم کی برتری نہیں ہوتی - برتری قوم اور
ترقی ملت کے لئے ضرورت ہے - جزم - استقلال اور صحیح نصب العین کی

**مہم شام** دنیا کی سب سے بڑی طاقت اس زمانہ میں وہ تھی جسے
رومی شہنشاہیت سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس کا شہنشاہ قیصر یا ہرقل
کہلاتا تھا -

غسان - جذام - وغیرہ عربی قبائل جو شام کے سرحدی اضلاع
میں جاکر آباد ہوگئے تھے - وہ کچھ اس درجہ ملوکیت پرست تھے کہ انہوں
نے اپنا مذہب تک قربان کر دیا تھا -

عیسائی مذہب قبول کر کے اپنی ریاستیں ان سرحدی اضلاع میں قائم
کر لی تھیں - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۶ھ میں حضرت دحیہ کلبی
رضی اللہ عنہ کو شہنشاہ شام "ہرقل" کے پاس دعوت اسلام کا پیغام
دیکر بھیجا -

ہرقل نے دنیا سازی سے کام لیا - مگر بقول "پیراں نمی پرند مریداں
می پرانند" - ان عربی النسل عیسائی روساء نے حضرت دحیہ رضی اللہ
عنہ کو واپسی کے وقت لوٹ لیا -

اسی طرح حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو قاصد بنا کر بارگاہ رسالت کی جانب سے "عمر بن شرجیل" حاکم بُصریٰ کے پاس بھیجا گیا تھا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو اس بدبخت نے شہید کر دیا۔ یہ عیسائیت کا اسلام کے برخلاف سب سے پہلا اقدام تھا۔ جس کو برداشت کر لینا حمیت اور خودداری کے سراسر مخالف تھا۔ چنانچہ ۸ھ میں فاقہ مست مجاہدین کا ایک لشکر اس غداری کا جواب دینے کے لئے بھیجا گیا۔ جس کی بنا پر غزوہ موتہ پیش آیا۔ جس میں حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اور چند دوسرے صحابہ کرام شہید ہوئے۔ اور پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی خداداد جنگی استعداد سے اس میدان کو جیت کر واپس تشریف لائے۔

مگر فتح کے معنی اس وقت صرف یہی تھے کہ کئی گنا زائد فوج کے بیچ میں سے اپنی جماعت کو نکال لائے۔ صرف بارہ حضرات شہید ہوئے، جبکہ قبائل کے بہت کافی آدمی مارے گئے۔

۹ھ میں معلوم ہوا کہ یہ حکومتیں مل کر قبہ اسلام پر حملہ کرنا چاہتی ہیں اور ہرقل کی مرکزی حکومت اُن کی پشت پر ہے۔

اس خبر کی بنا پر حفظ ماتقدم کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ شامی حدود پر پہنچ گئے۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی۔ اس موقعہ پر متعدد نوابوں نے صلح کر لی۔ اور نہایت نرم شرائط پر اُن کو امن دیدیا گیا۔

لیکن شہدا موتہ کا انتقام ابھی باقی تھا۔

وفات سے چند روز پیشتر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو اسی مقصد کے لئے ترتیب دیا گیا تھا۔ خلافت صدیقی کے ابتدا عہد میں روانہ ہو سکا۔ اور کامیاب واپس ہوا۔

لیکن ظاہر ہے کہ جیش اسامہ رضی اللہ عنہ سے خاتمہ جنگ نہیں ہو سکتا تھا بلکہ بہت بڑی جنگ کی تمہید ہونا چاہئے تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

شامیوں کی تیاریاں دن بدن بڑھنے لگیں۔ خود مرکزی حکومت اسلام سے ٹکرانے کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور تمام سرحدوں اور چوکیوں پر فوجیں مقرر کر دی گئیں۔

لیکن مرکز اسلام کا امام وہ تھا جس کو عہد صحابہ کا سب سے بڑا بہادر تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کی نظر اپنی قلت اور ضعف پر نہیں تھی۔ بلکہ اس قوی اور قدیر کی لامحدود قدرت پر تھی۔ جس کے رسول کا وہ خلیفہ تھا۔ اور جس کی بادشاہت کے تخت کو دنیا میں بچھا کر دنیا بھر کے کمزوروں کو قوی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے شامی قوتوں کے مقابلہ کے لئے چند فوجیں مرتب کیں۔

چنانچہ حضرت ابو عبیدہ حمص پر، یزید بن ابی سفیان دمشق پر، شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اُردُن پر اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فلسطین پر مامور ہوئے۔ مجاہدین کی مجموعی تعداد ستائیس ہزار تھی۔ ہر ایک امیر کو روانگی لشکر کے وقت نصیحت فرمائی۔

تم ایک ایسی قوم پاؤ گے جنہوں نے اپنے عقیدہ کے مطابق خود کو عبادت کے لئے وقف کر دیا ہے۔ ان کو چھوڑ دینا اور میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں۔ کسی عورت بچے یا بوڑھے کو مت قتل کرنا۔ پھلدار درخت کو مت کاٹنا کسی آباد جگہ کو ویران اور برباد نہ کرنا۔ کسی بکری۔ یا اونٹ کے ہاتھ پیر مت کاٹنا۔ صرف کھانے کے لئے ذبح کر سکتے ہو۔ کسی باغ کو نہ کاٹنا نہ جلانا۔ مال غنیمت میں غبن نہ کرنا اور نہ بزدل نہ ہو جانا (تاریخ الخلفا صفحہ ۹۶ مجتبائی)

---

یہ حضرات حدود شام میں داخل ہوئے تو شاہنشاہ روم کی جانب سے بہت بڑے فوجی انتظامات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جس کے مقابلہ میں ان حضرات کی تعداد بہت تھوڑی اور ناکافی تھی۔ اس کی اطلاع مرکز حکومت کو دی گئی۔ چنانچہ خلیفہ صادق رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کی دوسری فوجیں

...فرماکر کمک کے لئے بھیجیں۔ نیز متفرق مقامات کے بجائے یکجا ہو کر مقابلہ
...صادر فرمایا۔ اور سیدنا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو عراق سے شامی
...ج کا سالار اعظم بنا کر حکم صادر فرمایا کہ مہم عراق کی باگ حضرت مثنیٰ
...اللہ عنہ کے حوالہ کر کے شام روانہ ہو جائیں۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ایک جمعیت کے ساتھ شام کی طرف
...نہ ہوئے۔ راستہ میں چند جگہ لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ "عین التمر"
...م پر خود کسریٰ کی ایک شاہی فوج سد راہ ہوئی۔ مگر حضرت خالد رضی
...م فوجوں کا تنہا مقابلہ کرتے ہوئے اور راستہ کے مقامات کو فتح کر کے
...می محروسہ میں داخل کرتے ہوئے شام کی اسلامی فوج سے جا ملے
...ندہ قوت سے بصری۔ فحل۔ اور "اجنادین" کو فتح کر لیا۔ "اجنادین" کی
...ا بہت سخت تھی۔ بہت سے مسلمان اس جنگ میں شہید ہوئے۔ مگر
...کار میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اور اجنادین ہمیشہ کے لئے محروسہ
...می میں داخل ہو گیا۔ اس سے آگے بڑھ کر دمشق پر حملہ شروع ہوا
...کہ خلیفہ اول کی وفات ہو گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

---

فتح اجنادین کی خبر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اس وقت پہنچی جبکہ
...سفر آخرت کے لئے تیار تھے۔

**...فرق فتوحات** عراق اور شام کی مہمات کے علاوہ۔ دوسرے
...ات پر بھی لشکر کشی کی گئی۔ چنانچہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی
..."توج" روانہ کیا گیا۔ انہوں نے "توج" اور مکران کو فتح کر کے
...می حدود میں داخل کر دیا۔ اسیطرح حضرت علاء بن الحضرمی کو زرارہ
...لئے مامور فرمایا۔ آپ نے زرارہ اور اس کے ملحقات کو زیر نگیں کر کے
...قدر مال غنیمت مدینہ طیبہ روانہ کیا کہ خلیفہ اول نے مدینہ کے ہر چھوٹے
...ے، مرد و عورت۔ شریف اور غلام کو ایک ایک دینار تقسیم فرمایا۔

حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین
...بھیجے گئے تھے۔

اس امت کو خیر امت کہا گیا تھا۔ جو تمام انسانوں کے لئے رحمت اور منفعت بنا کر پیدا کی گئی ہے۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ ایمان باللہ اس کا فرض ہے۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ مشرق و مغرب میرے لئے سمیٹ کر رکھ دیا گیا۔ کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کی کنجیاں میرے حوالہ کر دی گئیں۔ صرف ایک نکتہ ہے۔ جو ان حضرات کی ترقی کا باعث بنا اور اسی کا فقدان آج ہماری پستی کا واحد سبب ہے۔

ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو سچا سمجھا اور جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرض تھا۔ وہی اپنا فرض قرار دیا۔ اور اس کے لئے زندگیاں وقف کریں۔

ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو شاعرانہ تخیلات سمجھتے ہیں۔ سنتے ہیں۔ پڑھتے ہیں۔ مگر دل نہیں گرماتے۔ جذبۂ عمل میں حرکت نہیں پیدا ہوتی۔ فرض شناسی کی۔ یہ حالت ہے کہ اس تمام بربادی اور پستی کے باوجود ہماری انجمنیں اور جماعتیں تجویزیں سب کچھ کرتی ہیں اور کام کچھ بھی نہیں۔

اگر کوئی احساس رکھتا ہے تو وہ بتیس دانتوں کے بیچ میں ایک زبان ہو جاتا ہے۔

---

ہماری انجمنوں کے ناظم۔ مدرسوں کے مہتمم۔ اداروں کے سکریٹری یا تو وجاہت طلبی کے لئے ہوتے ہیں۔ اور ادارہ ان کی رہائش گاہ بنجاتا ہے۔ اور یا اگر احساس فرض رکھتے ہیں تو اُن کی شان ایک بیکس مصیبت زدہ کی ہوتی ہے۔ جس کی امداد کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں۔ ہاں اعتراض کرنے کے لئے آمادہ۔

اور پھر لطف یہ کہ جب وہ مجبور ہو کر خودداری سے کام کرتا ہے۔ تو اصول جمہوریت پیش کر کے اس کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا لیا جاتا ہے۔

افسوس — از ماست ہر چہ بر ماست

---

# حضرت ابوبکر صدیق کی سیرت آپکی زبان سے

(از حضرت علامہ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی، شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مورخین و اہل سیر کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب کے کثیر التعداد اور طاقتور قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ اور ارتداد اختیار کیا۔ تو اسلام کی پوری تاریخ کے اس سب سے زیادہ پر آشوب اور نازک موقعہ پر خلیفہ رسول اللہ حضرت ابوبکر صدیق کی زبان سے ایک الہامی جملہ نکلا جو اُن کے قلب مبارک کے عمیق تاثرات کا آئینہ ہے۔ اور ہمارے نزدیک اُن کی پوری سیرت کا خلاصہ ہے۔

اَیُنْقَصُ وَاَنَا حَیٌّ

کیا اسلام میں میرے جیتے جی کمی کی جا سکتی ہے۔ ابوبکر زندہ ہو اور اس کی آنکھوں کے سامنے اسلام میں قطع برید کی جائے۔ بعض فرائض باقی رہیں اور بعض نکال دئے جائیں۔ اس جملہ سے بری نسبت و تعلق کا اظہار ہوتا ہے۔ جو حضرت ابوبکر کو اسلام ... وفاداری، اخلاص اور امانت کے اس جذبہ کا اظہار ہوتا ہے جو آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ کسی آقا کا وفادار غلام یہ کس طرح دیکھ سکتا ہے کہ اس کی موجودگی میں اس کے ولی نعمت اور محسن کا مکان منہدم کیا جائے یا اس کی مرضی کے خلاف اس میں ترمیم کی جائے۔

کسی کم عمر بچہ کا سرپرست کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ جس بچہ کو اس نے گود میں کھلایا اور پروان چڑھایا ہے۔ اس پر اس کی آنکھوں کے سامنے ظلم ہو۔ کوئی محنت شعار باغبان یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہے کہ جس باغ کو اس نے اپنے خون پسینہ سے سینچا ہو۔ اور وہ اس کی ساری عمر کی کمائی ہو۔ اسکو آگ دی جائے۔ یا اس کے درخت کاٹے جائیں حضرت ابوبکر کا تعلق اسلام سے وہی تھا۔ جو ایک مربی اور سرپرست اور آنحضرت کے بعد آپ کے ایک سچے جانشیں وفادار مخلص رفیق کار کا ہو سکتا ہے۔ اور یہ تمام تعلقات آپ نے نہایت بلاغت کے ساتھ ایک جملہ میں ادا کر دئے۔

واقعہ ارتداد مسلمانوں کے فہم و فراست اور ذہنی تربیت کا بڑا سخت امتحان تھا۔ ایسا سخت امتحان کہ حضرت عمر جب متصلّب فی الدین اور اشداء علی الکفار کا نمونہ اس موقع پر تذبذب میں پڑ گیا۔

سوچنے کی بات ہے۔ عرب کے ان فولاد سیرت قبائل سے جنگ کرنے کا سوال درپیش ہے جو کلمہ گو ہیں، نمازی ہیں۔ رمضان کے روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں۔ صرف زکوٰۃ کے تارک ہیں۔ زبان تمدّن اور کلچر میں آجکل کے مسلمانوں سے زیادہ مسلمان ہیں۔ بہترین طریقہ پر منظم ہیں۔ عسکری روح اور جنگی تربیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، شجاعت اور سخت جانی کا اعتراف سیف اللہ الجبار کو بھی ہے۔ نہایت آسانی سے مسلمانوں کی بہترین فوج بن سکتے ہیں۔ اور تھوڑی سی حکمت و سیاست سے ان کو کفر و باطل کی بیرونی طاقتوں سے ٹکرایا جا سکتا ہے اگر یہ موقع اس وقت پیش آئے اور ان سے لڑنے نہ لڑنے کا سوال مسلمانوں کے کسی اجتماع میں پیش کیا جائے جس میں مسلمان سیاستداں اور مسلمانوں کی ترقی کے محب و عاشق جمع ہوں تو اس سوال کے جوابات یہ ہوں گے۔

(۱) زکوٰۃ پر اصرار نہ کیا جائے اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ اُن سے مسلمانوں کی تعداد اور قوت میں بیش بہا اضافہ ہوتا ہے

(۲) ان کے مطالبات و شرائط تسلیم کر کے ان کو اسلامی فوج میں بھرتی کر لیا جائے اور ان کے ذریعہ سے روم و ایران پر حملہ کیا

ے اور یہ سلطنتیں فتح کر لی جائیں، یہ عظیم الشان سیاسی و مادی فائدہ
ں معمولی مذہبی نقصان کے مقابلہ میں قابل لحاظ ہے۔

(۳) مسلمانوں کے لئے بہیئت قافلہ سب
ے ضروری اور مقدم ہے۔ ان کے ساتھ فی الحال
سفر شروع کر دیا جائے۔ بعد میں مقاصد سفر اور
نزل سفر پر گفتگو ہو سکتی ہے اور ان کو تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ اس کا
موقع نہ بھی آئے تو مضائقہ نہیں اس سے بڑھکر کیا ہو سکتا ہے
سلمانوں کا قافلہ بن چکا ہے اور حرکت میں آچکا ہے۔

(۴) نور نبوت پردہ میں آچکا ہے۔ قیامت کا قرب ہے
انہ روز بروز بد سے بدتر ہوتا جا رہا ہے۔ ہم کو اب "زمانہ با تو نسازد
با زمانہ بساز" کے اصول پر عمل کرنا چاہئے۔ دین کے جتنے حصہ پر
ل ہو رہا ہے اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔

(۵) مسلمانوں کا کلچر، تمدن، اور زبان تو محفوظ ہے۔ قوم
زندگی انہیں چیزوں پر موقوف ہے۔ یہی قومی تحفظ و بقا ہے۔

لیکن امت کا سب سے بڑا فقیہ پیغمبر کا جانشیں بول اٹھا کہ آنحضرت
ے اللہ علیہ وسلم جو چیز دنیا میں لیکر آئے تھے جس کے لئے ہم نے اپنوں
غیر بنایا اور غیروں کو اپنایا، جس کے لئے ہم نے بحر و بر سے لڑائی
ل لی۔ اور سرخ و سیاہ لڑائیوں کو اپنے خلاف دعوت دی جس
لئے ہم گھر سے بے گھر ہوئے، جس کے لئے ہم نے راتوں کی نیند
دن کا آرام حرام کیا جس کے لئے ہم نے کئی دن غار ثور میں قیام
۔ اور جس کی وجہ سے ابو قحافہ کا یہ گمنام فرزند صدیق کہلایا۔ وہ یہی
ن تو ہے۔ جو مشتمل ہے ان چند ارکان پر جن میں زکوٰۃ بھی ایک اہم
ن ہے۔ ہم کو اگر محض سلطنت حاصل کرنی ہوتی۔ ہم کو اگر محض
فتح کرنے ہوتے۔ اگر صرف رومیوں اور ایرانیوں سے لڑنا ہوتا
صرف عربی قبائل کی تنظیم کرنی ہوتی تو اس کے لئے ابو جہل اور
سفیان (قبل اسلام) کے ہاتھ پر بیعت کی جا سکتی تھی۔ اور عرب کا
کوئی سا قومی جھنڈا بلند کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جب ہم نے ایسا نہیں کیا
بلکہ ایک مذہب اور شریعت پر ہم ایمان لائے اور اس کے لئے ہم
نے بڑی سے بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اور اس باغ کو ہم نے اپنے
خون سے سینچکر، گلزار بنایا۔ تو اس کی ویرانی ہم اپنی آنکھوں سے
کیسے دیکھ سکتے ہیں۔

اگر آج یہ زکوٰۃ کے منکر ہیں تو یقین رکھو کہ کل یہ نماز کا انکار کریں گے
اور پھر اس کی کیا ضمانت کہ وہ توحید پر بھی قائم رہیں گے۔ اور
فرض کرو کہ یہ نماز روزہ حج بھی کرتے رہیں تو یہ زکوٰۃ کا انکار
کرکے کافر ہو گئے۔ اس لئے کہ خدا کے کسی ایک حکم کا انکار اس کی
پوری شریعت کا انکار ہے۔ افتؤمنون ببعض الکتاب
وتکفرون ببعض فما جزاء من یفعل ذالک منکم
الا خزی فی الحیوۃ الدنیا و یوم القیمۃ یردون الی
اشد العذاب۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنی پوری شریعت سپرد
کی تھی، ہم کو یہ امانت اسی طرح واپس کرنا چاہئے۔ جس طرح ہمارے
حوالہ کی گئی تھی۔ قسم خدا کی اگر یہ ایک رسی بھی جو آنحضرت کے زمانہ
میں دیتے تھے، نہیں دیں گے تو میں اُن سے آخر وقت تک لڑوں گا
اور اگر کوئی میرا ساتھ نہیں دیگا، تو میں تنہا ان سے جنگ کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو صرف بھولے ہوئے تھے، یہ سنکر چونک
اٹھے، حضرت ابو بکر کی ایک جنبش انگشت سے ان کے دل کی گرہ کھل گئی
فشرح اللہ صدری لما شرح بہ صدر ابی بکر۔ اور انہوں
نے اپنی خلافت میں اسلامی نظام شرعی کے زکوٰۃ سے کم اہم اجزاء پر
اصرار کیا اور پوری صلابت دکھائی۔ اور اس طرح ان کے جانشینوں
نے یہ مقدس امانت ہم تک بے کم و کاست پہنچا دی

جزاھم اللہ عن الاسلام خیراً

حضرت ابو بکر کے اس کارنامہ کی روح صرف یہ ہے اخلاص و

جماعتوں، ملوک و سلاطین، فوجی قوت، مادی و سیاسی ترقی اور غلبہ و اقتدار پر اسلام کے نظام کو ترجیح حاصل ہے اور اس کا ایک نقطہ اور ایک شوشہ اسلامی ممالک کے طویل و عریض نقشہ، فوج و سپاہ اور جاہ و حشم پر فوقیت رکھتا ہے۔

انبیاء کا اصلی جوہر یہی ہے کہ خدا کے یہاں سے لائی ہوئی چیز کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دیتے ہیں۔ تمام انبیاء کی سیرتوں میں تمکو یہ چیز مشترک ملے گی۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ان کا دین خود ان کی زندگی میں بھی کوئی عملی شکل اختیار نہ کر سکتا۔ اور ایک ملک کا کیا ذکر ایک محلہ کا بھی قانون زندگی نہ بن سکتا۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب عرب کے سرداروں نے دنیا کی تین انتہائی دولتیں پیش کیں تو آپ نے صاف فرما دیا کہ بخدا اگر یہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند لاکر رکھدیں۔ تب بھی میں وہی کہوں گا جس کا مجھے خدا کی طرف سے حکم ہے۔

حقیقت میں اگر کسی تعلیم اور نظام پر سختی سے اصرار نہ کیا جائے اور اس کی حفاظت کے لئے بڑے سے بڑا مادی ایثار اور اسکی خاطر بڑی سے بڑی قربانی نہ کی جائے تو تساہل پسند طبیعتیں اور سہل انگار بشریت کسی ضروری سے ضروری نظام پر ایک دن بھی نہ چلنے دے۔

یہودیت اور عیسائیت کی عبرتناک تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اخلاقی کمزوری کی وجہ سے یا قومی ترقی کے جوش میں حاملین مذہب نے سلاطین و ارکان دولت پھر رفتہ رفتہ عام اہل ثروت و جاہ کی خاطر اپنے مذہب میں پہلے لچک پھر تحریف کرنی شروع کر دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو عارضی فائدہ ان اشخاص سے مذہب اور اصل اہل مذہب کو پہنچا تھا وہ تو چند دنوں میں ختم ہو گیا مگر مذہب کو جو نقصان پہنچ گیا وہ آج تک باقی ہے۔ اور قیامت تک باقی رہے گا۔

اس عارضی فائدہ اور اس ابدی نقصان میں مقابلہ کرنا اور اس عارضی فائدہ کو اس ابدی نقصان کے مقابلہ میں قبول نہ کرنا وہ دینی حکمت و تفقہ ہے جس کے حضرت ابو بکر امام ہیں۔ خلفاء ثلاثہ سے لیکر مجدد دین امت تک آپ کے پیرو اور مقلد ہیں۔

حضرت ابو بکر کا اسلامی ذہن جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر تربیت فرمائی تھی۔ اور جو اس پیغمبرانہ قالب میں ڈھل چکا تھا یہ نقطۂ نظر کسی طرح قبول نہیں کر سکتا تھا کہ ان نیم مسلمانوں یا نام کے مسلمانوں کے ذریعے سے عیسائیت، مجوسیت سے جنگ کی جائے۔ وہ پوچھتے کہ عیسائیوں اور مجوسیوں سے ہمارے جنگ کرنے کا مقصد کیا ہے؟ یہی نہ کہ اسلام کا اخلاقی، دینی و سیاسی نظام جاری کیا جائے۔ لیکن جنہوں نے خود اسلام کے پورے نظام کو قبول نہیں کیا۔ یا اس کی پابندی نہیں کر رہے ہیں ان سے ہماری صلح اور عیسائیوں اور مجوسیوں سے ہماری جنگ کیا کوئی منصفانہ اور غیر جانبدارانہ طرز عمل ہو گا۔

پھر اگر نظام اسلامی کے ان باغیوں نے ان غیر مسلم ممالک پر قبضہ بھی کر لیا تو کیا ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اسلام کے نظام کو وہاں قائم کریں گے۔ کسی سلطنت کے باغیوں سے اسی سلطنت کی حفاظت و تاسیس کی منطق کوئی سلجھا ہوا دماغ قبول نہیں کر سکتا۔

ایک با اصول گروہ، ایک اخلاقی و روحانی تحریک اور ایک مادی بے اصول تحریک و دعوت میں بھی عظیم الشان فرق ہے۔ کہ اول الذکر کو اپنے اصول و حدود کی حفاظت اور اپنے ضوابط و شرائط کے تسلیم کرنے پر اصرار ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے وہ ہر قسم کا ایثار کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ لیکن آخر الذکر اپنے پیرووں کی تعداد ظاہری شان و شکوہ اور قوت کو دیکھتی ہے۔

اس قسم کی چیزیں سیلاب اور آندھیوں کی طرح آتی ہیں اور نکل جاتی ہیں۔ فاما الزبد فیذھب جفاءً واما ما ینفع

س فیمکث فی الارض

اسلام کمیت کے مقابلہ میں کیفیت پر نظر رکھتا ہے۔ اسکا اعلان ہے

یستوی الخبیث و الطیب گندہ اور پاک برابر نہیں۔ اگرچہ

اعجبک کثرۃ الخبیث (المائدہ) تمکو گندہ کی کثرت اچھی معلوم ہو۔

وہ ظاہری عروج اور تغلب سے بھی متاثر نہیں ہوتا۔

یغرنک تقلب الذین کفروا آپکو کافروں کا ملک بہ ملک پھرنا فریب

البلاد، متاع قلیل ثم ماوٰھم نہ دے۔ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے پھر

جہنم و بئس المھاد (آل عمران) اُن کا ٹھکانا جہنم ہے اور برا ٹھکانا ہے۔

حضرت ابوبکر نے اسی قرآنی حکمت کا ثبوت دیا۔ اور اپنی فراست

اور استقامت سے اسلام کے نظام کو کمزور نہ ہونے دیا۔ تارک زکوٰۃ قبائل

کے ساتھ مداہنت برتنے سے اسلام کو جو نقصان پہنچتا۔ اور آج اسلام

انحطاط و پستی کے جس مقام پر ہوتا۔ اس کے تصور سے بھی ہماری روح

گریزاں ہے۔ اس نقصان کی تلافی قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں اسی طرح نہ کرسکتیں

جس طرح مذہب عیسوی کی تحریف اور اخلاق و معاشرت پر اسکی بے

اثری کی تلافی انگلستان و فرانس کی شہنشاہیاں نہیں کرسکتیں۔

آج اسلام کی تاریخ میں جا بجا پھر وہی امتحانات درپیش ہیں۔ دیکھنا ہے

کہ پیغمبر کے جانشین (علماء کرام) اس موقع پر کیا طرز عمل اختیار کرتے ہیں۔

وقل اعملوا فسیری اللہ عملکم و رسولہ (براءۃ)

# حضرت صدیق اکبر کے حضور میں

(از جناب مولانا الوجدی الحسینی فاضل دیوبند)

اے کہ تو صدیق اکبر اے کہ تو ہے یارِ غار
تو نے بنیادِ محبت، کی جہاں میں استوار

سوزِ الفت سے ہمیشہ گرم تھا تیرا شعار
غمگسار و بیقرار و دلفگار و اشکبار

عہد و پیمانِ محبت میں رہا ثابت قدم
ذی وقار و ذی تبار و جاں نثار و رازدار

تو نے اسلامی علم لہرا دیا اس دور میں
جب ہوا تھی نامساعد اور فضا ناسازگار

خرمنِ باطل میں مثلِ برق تو تاباں ہوا
قوتِ طاغوت پر حملہ کیا مثلِ شرار

ہر نظر تھی تیری باطل کے لئے پیغامِ مرگ
ہو گئی تیری نگاہوں سے حقیقت آشکار

آتِ بیضا کا تو نے نام روشن کر دیا
صفحۂ تاریخِ ملت، ہے تجھی سے تابدار

ول جس سے کہ وابستہ فروغِ گلستاں
گلشنِ ملت میں جس وجہ سے آئی بہار

ۂ عشق رسالت سے رہا سرشار تو
ساقیٔ کوثر کا ہے تو اولیں بادہ گسار

شمع عرفاں جب ہوئی بزمِ جہاں میں جلوہ گر
اپنی ہستی اس پہ تو نے وقف کی پروانہ وار

فتنۂ ردۃ جب ابھرا سر اٹھانے کے لئے
سر کچل کر اس کو تو نے کر دیا رسوا و خوار

جو نبی (صلعم) کے دل میں گذرا عکس تجھ پر ہی پڑا
تیرا سینہ صدرِ مصطفوی کا تھا آئینہ دار

بعد سارے انبیا کے تجھ پر ہے ایمان فرض
تیری الفت پر ہے ایوانِ شریعت کا مدار

پیکرِ لطف و کرم، تصویرِ مہر و دلدہی
"ارحم امۃ" کی ہے فطرت تری آئینہ دار

وجدیٔ بے سوز را از سوزِ خود پرسوز کن
سینۂ خاموشِ الفت را تپش اندوز کن

# امامتِ کبریٰ کا امام اوّلؓ

(مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اطہر مبارکپوری)

اسلام کی تاریخ میں ہجرت کا گیارہواں سال کتنا قیامت خیز
ل ہے۔ دنیا کے زوال کا المناک نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے،
سالت کا جو آفتاب فاران کے افق سے رشد و ہدایت کی نورانی
عاعوں کے ساتھ مطلع عرب پر نمودار ہو کر تمام عالم کے گوشہ گوشہ
اپنی تابانی سے منور کر رہا تھا، وہ اپنی تمام جلوہ سامانی کو سمیٹ کر
اہر مدینہ کے خاکی پردہ میں چھپ گیا۔ مدینہ منورہ کی مقدس آغوش
س متاعِ نور سے مالامال ہوگئی۔ دنیا تیرہ و تاریک ہو رہی ہے۔
سمان رسالت کے یاروں کی روشنی پھیکی اور ماند پڑ گئی۔ ہر طرف
رام مچا ہوا ہے، تمام مسلمانوں پر ایک جنونی کیفیت طاری ہے،
حابہ کرام کے ہوش و حواس باختہ ہیں حتیٰ کہ حضرت عمرؓ جیسا مضبوط
ں انسان فرقتِ رسولؐ میں دیوانہ وار ننگی تلوار لیکر گھوم رہا ہے،
م حضرات کی وارفتگی کا کیا بیان ؟

مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے رقیق القلب
نسان کو دیکھئے جن کی آنکھیں پہلے ہی سے فرقتِ حبیب کے تصور
ے خونبار تھیں، آج ان کے ہاتھ سے صبر و شکیبائی کا دامن نہ چھوٹا
یانۂ تسلیم و رضا چھلکنے نہ پایا۔ ایک زمانہ تھا کہ ایک منٹ کی جدائی
وارا کرتی تھی۔ مکہ میں شروع سے آخر تک یار کی معیت میں اپنے
پ کو مصائب و مظالم کے منھ میں رکھا۔ ہجرت کی کٹھن گھڑیاں ہمکر
ر غار رہے، مدینہ میں الفت رسولؐ میں اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اپنے کو
قف کر دیا۔ مگر کبھی ایک لمحہ کے لئے فرقت گوارا نہ کی، اور آج
س نازک وقت میں ثابت قدم رہے، وہ وارفتہ اور دیوانہ نہ
وئے، اُن کے ہوش و حواس مطلق گم نہ ہوئے، قدرت کو صدیق
اکبر سے اسلام کی اہم خدمت لینی تھی۔ اگر یہ امیر کارواں کہیں بہک جاتا
تو ملت بیضا کا قافلہ صحرائے عرب کے بے حقیقت سراب میں گم ہو کر رہ جاتا۔

قوم نے متفق ہو کر خلافت کا بارِ گراں اس رقیق القلب انسان
کے کمزور کندھے پر رکھا۔ اس نے وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے،
اللہ کے نام پر اپنے کو اس خدمت کے لئے وقف کیا۔ کل تک رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض میں امامتِ صغریٰ نماز کی امامت کا بار اٹھانا
اس قدر گراں تھا کہ یادِ رسولؐ میں بحالتِ نماز رو دیا، اور آج امامت
کبریٰ خلافت کا اتنا بھاری بوجھ اٹھانے کو بالکل تیار ہیں یہ رسولؐ
کا معجزہ اور صدیق اکبر کی کرامت ہے جو قدرت کی طرف سے ظہور
پذیر ہے۔

خدا کی قدرت کا کرشمہ اور حضرت صدیق کی آزمائش دیکھئے
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تمام صحابہ سخت مضطر
اور پریشان ہیں، اسلام کا نظم و نسق سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے
مدینہ کی نرم زمین پر خلافت اسلامیہ کی بنیاد ابھی پڑ رہی ہے کہ
یکایک عرب کے ریگستانوں سے ارتداد کا امنڈتا ہوا ہولناک
سیلاب ہر چہار طرف سے چلا آتا ہے، ادعائے نبوت کی برستی ہوئی
گھنگھور گھٹائیں ملک کے اکناف و اطراف سے اٹھ اٹھ کر فضا پر چھا رہی
ہیں کتنے قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ کتنے قبائل نے نماز
پڑھنی بند کر دی، مسیلمہ کذاب۔ اسود عنسی، ام صادر سجاح وغیرہ
نے نبوت کے دعوے کر کے بیشمار قبائل کو اپنا تابع کر لیا۔ دو مخالف
ہواؤں روم اور فارس کے مخالف جھونکے نہایت تیزی سے
چل رہے ہیں، قیصر و کسریٰ اپنی غضبناک آنکھوں سے خلافت کے

جھونپڑے کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ غور کرو کتنا نازک وقت ہے ہر طرف سے اسلام پر مصیبت آرہی ہے اور اس کا نگہبان وہی رقیق القلب، نحیف و ناتواں انسان ابو بکر صدیق رضؓ!! خلافت کی بنیاد کو مضبوط کریں۔ کہ گھر کی لگی آگ کو بجھائیں یا دنیا کی دو زبردست طاقتوں سے نبرد آزما ہوں، اسی کو حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں:۔

| | |
|---|---|
| توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ | رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات |
| وسلم نزل بابی مالو نزل | کے بعد میرے باپ ابو بکر صدیق |
| بالجبال الراسیات لھاضھا | پر ایسی مصیبت نازل ہوئی کہ اگر |
| (فتوح البلدان للبلاذری صـ۱۰۱) | سخت پہاڑوں پر پڑتی تو ٹکڑے |
| | ٹکڑے ہو جاتے۔ |

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ نے اس کٹھن وقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

| | |
|---|---|
| لقد قمنا بعد رسول اللہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال |
| صلے اللہ علیہ وسلم مقاماً | کے بعد ہم ایک ایسے خطرناک مقام |
| اتھلاک فیہ لولا ان اللہ | پر پہنچے کہ قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جائیں |
| من علینا بابی بکر اجتمع | مگر اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر کو کھڑا |
| رأینا جمیعاً عن ان لا نقاتل | کر کے ہم پر احسان فرمایا، ہم لوگوں نے |
| علی بنت مخاض وابن لبون | متفقہ طور پر مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ ہم |
| وان ناکل قری عربیۃ و | اونٹ کے بچے کیوا سطے جنگ کریں گے |
| نعبد اللہ حتیٰ یاتین الیقین | چلین سے عربی دعوتیں کھائیں گے اور روزہ |
| (فتوح البلدان صـ۱۰۳-۱۰۴) | نماز کرینگے۔ یہانتک کہ اسی چلین اور |
| | راحت میں ہم کو موت آجائے گی۔ |

دیکھئے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر آشوب حالات میں کس حکمت عملی سے کام لیا۔ وہ اگر اسلام اور مسلمانوں کے لئے رقیق القلب اور نرم دل تھے تو کفر و ارتداد کے مقابلہ میں غلیظ القلب اور سخت دل تھے۔ وہ نحیف و ناتواں تھے مگر ایمانی قوت سے مالا مال تھے

ان کمزور بازوؤں میں اسلامی جہاد کی بے انتہا طاقت بھری تھی، ان کے ہاتھ میں اسلام کی تلوار تھی۔ ان کی بصارت میں قرآن اور سنت کی بصیرت تھی، ان کے سر میں قدرت نے ایک عالی دماغ ودیعت رکھا تھا جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حالات کو دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اے خلیفہ رسول اللہ آپ اس وقت لوگوں پر بالکل سختی نہ کیجئے اور نہایت نرمی سے کام لیجئے، اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

| | |
|---|---|
| وجوت نصرتک وجئتنی | میں اس آڑے وقت میں تمہاری مدد کا |
| بخذلانک جبار فی الجاھلیۃ | امیدوار تھا، اور تم بزدل بنکر آئے ہو زمانہ |
| خوار فی الاسلام بما ذا | جاہلیۃ میں سقدر سخت تھے اسلام میں اسقدر نرم ہوگئے |
| عسیت ا تالفھم بشعر | کس بات کی امید کرتے ہو کیا خود ساختہ اشعار سے انکی تالیف |
| مفتعل او بسحر مفتری | قلب کیجائیگا یا من گھڑت جادو سے افسوس افسوس |
| ھیہات ھیہات مضی | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال |
| النبی صلے اللہ علیہ وسلم | ہوگیا۔ وحی ربانی بند ہوگئی۔ واللہ |
| وانقطع الوحی واللہ | جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہیگی |
| لاجاھدنھم ما استمسک | زکوٰۃ کی ایک رسی پر بھی میں ان |
| السیف فی یدی وان | سے ضرور بالضرور جہاد کروں گا۔ |
| منعونی عقالا (تاریخ الخلفا للسیوطی صـ۵۲) | |

کل تک جو نرم تھا آج سخت۔ اس کی رقت غلظت سے بدل گئی۔ اب وہ مدینہ میں خلافت کی جھونپڑی میں مسکین صفت ہے۔ مگر عرب کے میدان میں شیر بنکر گرج رہا ہے۔ جس کی تڑپ سے روم و ایران کے درباریوں کی روح کانپ رہی ہے، اب وہ اللہ کی تلوار بن کر نکلا جس نے کفر و ارتداد کے امڈتے ہوئے لشکر کو چشم زدن میں کاٹ کر رکھدیا۔ مصائب و آلام کے سامنے پتھر کی سخت چٹان ہوکر اڑ گیا فتنوں کی روک تھام کے لئے ذخار و مواج دریا کی طرح بہ چلا۔

حضرت صدیق اکبر نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی سب سے

لے جیش اسامہ رضہ کی تنفیذ فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاری
ہوئی اسکیم کو بحالہ قائم رکھا۔ فتنۂ ارتداد کے استیصال کا فوری
نظام کیا۔ ہر طرف مرتدین کے مقابلہ کے واسطے عساکر اسلامیہ کو
بھیجا، ساتھ ہی مدعیان نبوت کی سرکوبی کے لئے ہر قسم کا سامان کیا
ی دوران میں مثنی بن حارثہ شیبانی کی سرکردگی میں ایرانیوں سے چھیڑ
ڑ بھی شروع ہوگئی فتنۂ ارتداد کے فرو ہوتے ہی روم و فارس سے باقاعدہ
گ شروع کردی حضرت خالد بن ولید جوں ہی جنگ یمامہ سے فارغ ہوکر
ینہ میں آئے فوراً صدیق اکبر نے انکو ایک لشکر عظیم کے ساتھ مثنیٰ کی مدد یا
رانیوں سے جنگ کے لئے عراق کی جانب روانہ فرمایا۔ اور شرجیل بن حسنہ
رو بن العاص یزید بن ابی سفیان کی قیادت میں اسلامی لشکر کو رومیوں
ے مقابلہ کے لئے شام کی طرف بھیجا۔

تاریخ کا ہر ہر حرف شاہد ہے کہ صدیق اکبر نے اپنی خلافت
ے قلیل زمانہ اور پرفتن دور میں ان مہمات کو سر کیا جن سے دنیا کی تمدن
ور طاقتور سلطنتیں عاجز ہیں۔ نہ کبھی سلطنت کی، نہ سلطنت کرتے
وئے دیکھا۔ اس بدوی صورت نے مدینہ میں بیٹھکر اپنی عقل کے
طابق اسلامی حکومت کا ایسا خاکہ تیار کیا، جس نے بہت ہی تھوڑی
مدت میں دنیا کے ایک وسیع خطہ کا نقشہ بدل دیا، جس سے روم
اور فارس کی عظمت و شوکت کے نشان دھندلے پڑگئے۔ مرتدین
کو سوائے اس کے کوئی راستہ نہ ملا کہ توبہ کرکے اسلام قبول کریں
یا اپنے کو اللہ کی چلتی ہوئی تلوار کا نشانہ بنائیں۔ مدعیان نبوت کا
عبرتناک انجام جس نامحمود طریقہ پر ہوا اسے ان مدعیان کی ارواح
خبیثہ اچھی طرح جانتی ہیں، قیصر و کسریٰ کے پیر دہشت صدیقی سے
اس طرح لڑکھڑائے کہ سنبھل نہ سکے اور ایسے گرے کہ پھر اُٹھ
نہ سکے۔ صدیق اکبر نے اسلامی فتوحات کے لئے میدان بالکل
صاف کردیا۔ زمین ہموار کردی۔ جس پر آنے والے خلفا نے اپنے
فاتحانہ گھوڑے دوڑائے، اور اپنی سلطنت کا تخت بچھایا۔

صدیق اکبر رضہ کا احسان اسلام پر رہا ہے اور رہے گا۔ اسلام نے
سب کا بدلہ دیدیا مگر صدیق کے احسان کے بار سے سبکدوش نہ ہوا
دنیا اسلام کی مرہون منت ہے اور اسلام صدیق کا رہین منت
ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

صدق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

---

# خلافت صدیق

از جناب کاملؔ رضا صدیقی سہسوانی

خاص سالنامہ قائد کے لئے

قدسیوں میں ہے مدحت صدیق — اللہ اللہ یہ رفعت صدیق
کیوں نہ ہو دل کو الفت صدیق — ہوں میں اولاد حضرت صدیق
بعد رحلت حضور اقدس کے — ہوئی پہلے خلافت صدیق
سچ ہمیشہ ہی آپ نے بولا — جھوٹ کی تھی نہ عادت صدیق
موت آجائے ہجر میں مجھ کو — بار ہے اب تو فرقت صدیق
بیکسی چھاگئی زمانہ پر — آج شاید ہے رحلت صدیق

آل میں ہوں میں اُنکی اے کاملؔ
ہے لقب جن کا حضرت صدیق

# اقرار یا انکار

(از جناب سید انیس الدین احمد صاحب رضوی امروہی - ایم - اے آنرز - ایل ایل بی (علیگ)

(یعنی آیۂ استخلاف قرآن کریم (جزو ۱۸، سورۂ نور، رکوع ۱۳ - کی منظوم تشریح - یہ نظم ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۶۵ھ کو امروہہ میں یوم صدیق اکبر کے سلسلہ میں پڑھی گئی - خاکسار راقم الحروف کا قصد ہے کہ قرآن کریم کی جن جن آیات کریمہ سے حضرت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت وحقیت خلافت پر روشنی پڑتی ہے، ان کے معانی ومطالب کی تشریح بصورت نظم تحریر کروں (وما توفیقی الا باللہ) یہ نظم اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے)

---

یا تو صدیق کے اوصاف کا اقرار کرو
ورنہ لازم ہے کہ قرآن سے انکار کرو

بعد ہجرت ہوئے اس طرح سے کچھ روز بسر
کہ لگا رہتا تھا ہر لحظہ یہی خوف وخطر

حملہ کر بیٹھیں نہ اک دم کہیں کفار قریش
چڑھ نہ آئیں کہیں یثرب پہ یہود خیبر

دن کو اٹھتے تھے تو ہتھیار سجا کر اٹھتے
رات کو سوتے تو تلواروں کا ہوتا بستر

مختصر یہ کہ یہ حالت تھی مسلمانوں کی
کاٹنا رات کا مشکل تھا تو دن کا دوبھر

آخر اس کاہش پیہم سے پریشاں ہو کر
ایک دن آ ہی گیا حرف شکایت لب پر

مسجد پاک میں تھا نورِ نبوت کا جلوس
جاں نثاروں نے کیا عرض کہ اے خیر بشر

بارگاہِ صمدیت میں دعا فرمائیں
رحم فرمائے مسلمانوں پہ ربِ اکبر

وہ بھی دن آئے کہ بیچاروں کو ہو امن نصیب
نہ تو اغیار کا کھٹکا ہو نہ اشرار کا ڈر

دن تو ہوتا ہے مشقت کے لئے البتہ
اپنی راتیں تو کبھی چین سے کاٹیں سو کر

---

امن نازل ہوا پیغام الٰہی فوراً
اہل ایماں کو سنا دیجئے اے پیغمبر

وعدہ کرتا ہے یہ اللہ مسلمانوں سے
ان کو بخشے گا خلافت کا سریر وافسر

وہ خلافت جو کبھی پیش رووں کو دی تھی
وہ خلافت جو نبوت کی ہو مثل وہمسر

ان کے مذہب کو زمانہ میں ملے گی تمکیں
یعنی اسلام • پسندیدۂ رب اکبر

خوف واندیشہ کے بدلے میں ملے گی ان کو
بالیقیں امن ومسرت کی بہشت اخضر

کیونکہ یہ لوگ عبادت بھی کریں گے میری
نہ بنائیں گے کسی غیر کو میرا ہمسر

بعد اس امر کے بھی کوئی اگر کفر کرے
تو خداوند کے نزدیک وہ فاسق ہے اشر

---

سارے عالم نے پھر اس وعدہ کا ایفا دیکھا
اہل ایماں کو ملی سلطنتِ بحر و بر
چار اصحاب ہوئے قصرِ خلافت کے ستوں
یعنی بو بکرؓ و عمرؓ اور غنیؓ و حیدرؓ
شرق سے غرب تک اسلام کا سایہ پھیلا
آگئے زیرِ نگیں صغد و عراق و بربر
امن و آرام کا دنیا نے ٹھکانا پایا
کھل گیا پرچمِ اسلام جہاں لہرا کر
اب یہ کہنا کہ کبھی ہوگا یہ وعدہ پورا
ہے سراسر نفیِ قولِ امیرؓ خیبر
دورِ فاروقِ معظم پہ اسی وعدے کو
منطبق کر چکے ہیں خود ہی جناب حیدرؓ
فتحِ ایراں کے لیے مشورہ جب ان سے لیا
بولے ہم لوگ ہیں اللہ کے اک وعدے پر
ہم کو اب وعدۂ فتح و ہزیمت کیوں ہو
کہ یہ اللہ کا ہے دین، اسی کا لشکر
جو دعا مانگیں وہی وعدے سے محروم رہیں
یہ نہیں مسلکِ اعطائے خدائے برتر
کوئی بتلائے کہ موعودِ الٰہی آخر
ہوئی پھر کس بشرؓ پاک کی ذاتِ انور

یا تو صدیق کے اوصاف کا اقرار کرو
ورنہ لازم ہے کہ قرآں سے انکار کرو

---

# نظریۂ جمہوریت اور اسلام

(از مولانا حکیم ابوالنظر سید طفیل حسن صاحب رضوی امروہوی)

زندگی کے حقائق اور اس کے گوناگوں نفسیاتی، ذہنی اور عملی پہلوؤں کو پیش کر سکنے کا امتیاز رکھنے والا الہامی قانون جسے اسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ناممکن تھا کہ سیاسیات کے دور رس نتائج کا علم رکھتے ہوئے اس کے لئے کوئی بنیادی اصول طے نہ کرتا۔ چنانچہ اُس نے نہ صرف حکومت کا اساسی نظریہ "خلافت" کے نام ہی میں بتا دیا۔ بلکہ طرزِ حکومت کو بھی نہایت سادگی و پُرکاری سے دل و دماغ میں یہ کہتے ہوئے جذب کر دیا۔

شاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ قانون اور راہ عمل تجویز کرنے سے پہلے مشورہ کیجئے اور جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو نتائج کے سلسلہ میں خدا پر بھروسہ کیجئے

آج تک ہمارے محققین نے اس آیت کو مغربی جمہوریت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور شاید ہی کسی نے یہ بتایا ہو کہ مغربی جمہوریت اور عربی جمہوریت میں کیا تفاوت تھا۔ یہ کہہ دینا کہ اسلام جمہوریت کا پاسبان ہے۔ ہرگز اسلامی نظریہ کو صاف نہیں کر سکتا۔ اسلام کسی نظریہ کا غلام نہیں بلکہ وہ صرف عملی حقائق کی اہمیت کو جانتا ہے۔ جمہوریت بھی بدترین طرزِ حکومت ہو سکتی ہے۔ اور آمریت یا ڈکٹیٹرشپ بھی بہترین انداز سیاست کہلائے جانے کی مستحق ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ سب سے پہلے اس بنیادی حقیقت سے بحث کرتا ہے جس کو ٹھکرا دینے کا نتیجہ سب کچھ ٹھکرا دینے کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے نزدیک جب تک کوئی حکومت و فرمان روائی حکومت کے بجائے خلافت نہیں ہو جاتی اس وقت تک وہ خواہ جمہوریت کے رنگ میں ہو یا ڈکٹیٹرشپ کے کائنات انسانی کو نشو و ارتقار کے مواقع فراہم نہیں کر سکتی اسلام کے نقطۂ نظر سے ہر حاکم اور ہر محکوم کے لئے سب سے پہلے یہ یقین پیدا کر لینا ضروری ہے کہ ہم نہ کوئی حکم دے سکتے ہیں اور نہ کسی حکم کے آگے سر جھکا سکتے ہیں۔ جب تک کہ خدا کا حکم ہماری رہنمائی نہ کر رہا ہو۔ اگر ایک دفعہ یہ چیز صاف ہو جائے تو نہ ڈکٹیٹر غلط راستہ کا انتخاب کر سکتا ہے نہ کوئی قوم کسی ایسے ڈکٹیٹر کے سامنے سر تسلیم خم کر سکتی ہے جو ہوس اقتدار کی تشنگی بجھانے کے لئے فریب دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ لیکن اگر اس بنیادی نظریہ کو اہمیت نہ دی جائے۔ تو کوئی طرزِ حکومت بھی ہر اقلیت و اکثریت کو مطمئن نہیں کر سکتا۔ جمہوریت خدا کی رحمت ہونے کے باوجود گروہ بندی کے ہاتھوں خدا کا عذاب بن سکتی ہے۔ جماعتی نظامات گوناگوں ہوتے ہیں۔ اور اس لئے یہ ضروری نہیں کہ جو جماعت برسر اقتدار ہے وہ دوسرے طبقات کے حقوق محفوظ کرنے کی غرض سے اپنے طبقہ کے مفاد، کم کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اگر دیگر اقلیتوں میں فوجی طاقت ہے تو وہ ضرور حکومت کو مجبور کر سکیں گی۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو اُن کو پست حیثیت قبول کرنا پڑے گی۔ آج دنیا میں کوئی بھی جمہوریت ایسی نہیں جہاں اقلیت زخم خوردہ نہ ہو۔ اور برسر اقتدار پارٹی کے مظالم سے چیخ نہ رہی ہو۔ کیا آمریت پرستوں اور جمہوریت نوازوں کے کردار و عمل میں کوئی خاص تفاوت ہے۔ کیا اقتصادی، علمی اور تمدنی ترقیات کا دروازہ جرمنی، اٹلی، روس، ایران، ٹرکی افغانستان اور دیگر ممالک میں بند ہو چکا اور کیا برطانیہ،

س ، امریکہ اور دوسری جمہوریتوں میں ہر محکیم ملک و قوم خوش
کے دورسے گذر رہی ہے ۔ غلط اور سراسر غلط ۔ اس سے
م ہو گیا کہ کوئی نظریۂ سیاست خواہ اشتراکیت بداماں ہو ۔ یا
ریت و آمریت کا علم بردار اس لمحہ تک ہرگز نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا
تک کہ اس نظریہ کو کائنات مادی سے بالاتر حقائق کے سپرد
یا جائے ۔ انسان کے محدود تجربات اور محدود شعوری قوتیں
انداز ہائے سیاست کے حسن و قبح کا فیصلہ کر سکنے کی استعداد
رکھتیں ۔ انسانی شعور ہر غلبہ سے متاثر ہو کر ہمیشہ یہی سمجھتا
یہی انداز سیاست بہتر ہو گا مگر ہر نظریہ سیاست جب کسی دوسرے
سے ٹکرایا اور ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا ۔ تو انسانی شعور نے اپنی
کا احساس کیا اور کامیاب نظریہ کی غلامی قبول کر لی ۔ حالانکہ
میاب نظریہ ہر اعتبار سے درست ہو سکتا تھا نہ ناکام ۔ نظریہ
اظ سے غلط اور بے معنی ۔ تاریخ کی وہ کون سی شہادت ہے
پ کو یقین دلا سکتی ہو کہ فلاں نظریہ ہی درست تھا ۔ اس کے
رہ شعوری ارتقا کے ہر زائیدہ نظریہ کو انحطاط بدوش سمجھا جائے
یہ ہے کہ ہر طرز حکومت میں ایک ارتقاء ، ایک ربوبیت اور
حسن و جمال ہے اور ہر انداز حکمرانی میں ایک پستی ، ایک تاریکی
یک کمزوری ۔ انسان ہمیشہ ایک ہی پہلو کو دیکھتا اور غلبہ کی نگاہ سے
ا ہے اور اس لئے صرف وہی خدا تمام پہلوؤں کو ٹھیک ٹھیک
سکتا تھا جو غلبہ اور طاقت کے کسی جادو سے متاثر نہ ہو سکتا ہو ۔
دیکھ لیجئے کہ خدا نے جو قانون حیات انسانی نشو و نما کے لئے
یا تھا وہ نہ تنہا جمہوریت کو پسند کرتا ہے ۔ نہ آمریت کو نہ ان دونوں
تصادی یا سیاسی بنیاد اس کے نزدیک معتبر ۔ اس کا نظریہ اگر
رف اخلاق اور ما فوق الفطرت بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے تو
ری طرف جمہوریت و آمریت دونوں کے محاسن سے اس کا
ن بھرا ہوا ہے ۔ جمہوریت کے نقائص پر خود یورپ ہی مستقل

تصنیفات کر چکا ہے ۔ مجھے جمہوری نظام کے تاریک پہلوؤں کو روشنی میں لانے کی ضرورت نہیں لیکن جمہوریت کی اہم ترین کمزوری پر جسکو "پارٹی حکومت" کہتے ہیں اور جس کا انتخاب اکثریت کی رائے سے کیا جاتا ہے اتنا عرض کرنے کی ضرور اجازت چاہوں گا کہ جمہوریت کے لئے یہ چیز لازمی ہے ۔ اور اس کمزوری کے ہوتے ہوئے جمہوریت کسی اقلیت فرقہ یا کمزور گروہ کو زندگی کی وادیوں کا ہالہ سپرد نہیں کر سکتی ایسے ہی آمریت اور ڈکٹیٹرشپ کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ شہنشاہیت کی پیشانی پر جتنے داغ تھے وہ سب اس کے چہرہ پر نمایاں ہیں ۔ اگر ایک ظالم ، اقتدار پیشہ اور سیاسی تدبر یا فوجی اسپرٹ سے تہی مایہ شخص ڈکٹیٹر ہو جائے تو ملک و قوم کو تباہی سے نہیں بچایا جا سکتا لیکن اسلام کا نظریہ سیاست و حکمرانی کے بارے میں بھی اتنا لچکدار اور نقطۂ اعتدال سے یہاں تک قریب ہے کہ جمہوریت و آمریت دونوں میں سے کوئی بھی زندگی کی بجائے موت تقسیم نہیں کر سکتی ۔ سادہ اور مختصر الفاظ میں سیاست کے اس اساسی نظریہ کو جو سیاست کے بارے میں اسلام نے پیش کیا ہے ۔ آپ حسب ذیل دفعات سے سمجھ سکتے ہیں

(۱) آئین سیاست کے بنیادی اصول قرآن کے تابع رہیں گے اور عمل کا ہر نکتۂ آغاز "اسوۂ نبوی" سے وابستہ ہو گا ۔ لہٰذا سیاسی نظریات کے غلبہ اور شکست سے جو مد و جزر انسانی دل و دماغ میں پیدا ہو سکتا ۔ اور تذبذب میں مبتلا کر سکتا تھا اس کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی ۔

(۲) ڈکٹیٹر یا صدر جمہوریہ کے لئے سب سے پہلے پاکباز "متقی" ہونا ضروری ہے تاکہ وہ جو کچھ بھی فیصلہ کرے اقتدار ، پرسٹیج اور ذاتی غرض کے لئے نہ ہو بلکہ اس کا دل خدا کو راضی رکھ سکنے کے جذبہ سے معمور ہو ۔ جس شخص میں تقویٰ اس درجہ خلوص پیدا کر دے وہ صدہا کمزوریوں سے بالاتر ہو جائے گا ۔ اور اس طرح ملک کی ہر انفرادی اور اجتماعی

زندگی امن وسکون کی جنت خرید سکتی ہے

(۳) صدرؒ کا انتخاب کسی مخصوص ضابطہ کا پابند نہیں۔ عددی اکثریت واقلیت کو اسلام نے معیار قرار نہیں دیا۔ ماحولی تغیرات ملک وقوم کے ساتھ انصاف کا مطالبہ جس پہلو سے بھی پورا کرنے کی دعوت دے رہے ہوں اس ہی پہلو سے انتخاب کرنا چاہیئے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کا انتخاب اکثریت کی رائے سے ہوا اگرچہ خلیفہ اول کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ کسی مجلس شوریٰ کے واسطہ سے اُن کا انتخاب عمل میں نہیں آیا حضرت عمرؓ کا انتخاب سابق صدر اور تعیئے میں بازی بیجانیوالے صدر کی رائے سے کیا گیا۔ لیکن چونکہ اس انتخاب سے قوم مطمئن تھی اور بغیر کسی جبر واکراہ کے۔ اس لئے اس انتخاب کی پوزیشن بھی عام انتخاب کے منتخب ہونیوالے صدر سے مختلف قرار نہیں دی جاسکتی۔ حضرت علیؓ کا انتخاب ایک فتنہ سے بھرے ہوئے زمانہ میں ہوا۔ جبر واکراہ کا آغاز بھی اس ہی زمانہ سے وابستہ ہے۔ اور اسمیں بھی شک نہیں کہ ایک زبردست، اکثریت گوناگوں اسباب وعلل کی بنا پر حلقۂ اطاعت وانقیاد سے نکلتی چلی گئی اور باہمی جنگ میں صحابہ کی ایک معتدبہ جماعت نے صدر کی رائے تسلیم کرنے سے باجاتز اختلاف بھی کیا مگر چونکہ خود منتخبہ صدر کا نسبی شرف علم وعمل کے لحاظ سے برتری اور خلوص ودیانت کی فراوانی اسلام کے بنیادی اصول سے ایک نسبت رکھتی تھی اس لئے ارباب حل وعقد وان حضرات نے جن کے خلوص وتقوی پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا اس انتخاب کو مقامی حالات

۵؎ حضرت امیر معاویہ کا یہی فقہی استدلال تھا کہ گوناگوں حالات میں انتخاب صدر کے کسی ایک ہی اصول پر اصرار کرنا درست نہیں ہوسکتا۔ اصل چیز احکام الہیہ کی تبلیغ، اسلام کی اشاعت، کفار کے غلبہ کو شکست کرنا۔ اور زیر سیادت ملک کو امن وفلاح سے بھر دینا ہے۔ خواہ وہ کسی تدبیر سے ہو لیکن اگر یہ اغراض ومقاصد کسی انتخاب سے پورے نہیں ہوتے تو اسے کسی شخصی عظمت سے متاثر ہو کر بہتر قرار دینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ایسا استیلا اور غلبہ جو احکام شرعیہ کا اجرا اپنے دامن میں رکھتا ہو خلافت کی بنیادی غرض سے کوئی تضاد نہیں رکھتا۔ دو حکومتوں میں باہمی نسبت سے کسی رئیس جمہوریہ کا برتر وکمتر ہونا اتنی اہمیت اور خصوصاً دل ودماغ کو ماؤف کردینے والے فتنوں کے زمانہ میں نہیں رکھتا کہ ایک سمت ہر پہلو سے حق ہی حق بنایا جاسکے اور دوسری طرف صرف طرز انتخاب کی تبدیلی سے ناحق اور باطل ہی ہونے کا فیصلہ کردیا جائے۔ کوئی شرعی حجت اس قسم کے فیصلہ کی تائید میں نہیں دکھائی جاسکتی۔ حضرت معاویہ کا دعویٰ تھا کہ اگر میرا انتخاب سنت ابوبکرؓ وعمرؓ کی منشا پورا نہیں کرتا۔ تو حضرت علیؓ کا انتخاب بھی باغی جماعت کا کارنامہ ہے جس کو کوئی حق انتخاب کا نہ پہنچتا تھا۔ اور خصوصاً جب کہ اس نے جبر واکراہ سے راستہ کو ہموار کیا ہو۔ صحابہ کی ایک جماعت مدینہ سے چلی گئی۔ ایک خاموش ہوگئی۔ ایک نے بیعت کرلی۔ مگر استحکام خلافت کے لئے خلیفہ کی باہمی جنگ میں شریک ہونا اس نے مذہبی جذبہ کے تحت ضروری نہیں سمجھا۔ بعض صحابہ اگرچہ جنگ میں پہنچ گئے مگر واپسی پر مسلمانوں کے خون سے اپنی تلوار کے رنگین نہ ہونے پر فخر کیا کرتے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ جو لوگ حضرت علیؓ کی طرف سے جنگ کر رہے تھے وہ بھی حضرت علیؓ کے سچے جاں نثار اور حلقہ بگوش بیعت نہیں کہے جاسکتے۔ حضرت علیؓ کے احکامات پر انہوں نے ہمیشہ اپنی ذاتی رائے کو ترجیح دی۔ ایسی مذبذب حالت میں اگر صحابہ کا ایک گروہ حضرت علیؓ کے ساتھ بھی ہو تو اسے زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ صحابہ ہی ساتھ تھے اور صحابہ ہی خلاف۔ جن نازک حالات میں طلحہؓ وزبیرؓ جیسے بیعت علیؓ برملا سے راضی نہ ہوسکتے ہوں، حضرت عائشہؓ بنفس نفیس قاتلان عثمانؓ سے جنگ کرنے کو کھڑی ہوں اور اس باہمی خونریزی پر کف افسوس ملنے کے علاوہ حضرت علیؓ کی سیاست کو تمام عمر خراج تحسین نہ پیش کرسکی ہوں۔ اگر کوئی شخص بنی امیہ کے قبیلہ کا خلیفہ کے شہید ہوجانے پر یہ دیکھے کہ بنی امیہ کے دوسرے چشم وچراغ کو گورنری تک سے بھی بغیر کسی تصور کے علیحدہ کیا جارہا ہے اور سیاسی طاقت سے ایک ایسا کام لیا جارہا ہے جس کو ایسے حالات میں شبہات اور بدگمانیوں سے بالاتر قرار دینا آسان نہیں کیونکہ قبائلی منافقات اور

اور کشمکش کم کر سکنے کی خاطر پسند کر لیا۔ اور یوں حضرت علیؓ کا انتخاب بھی انتخاب خلافت کے اصول سے باہر نہیں جاتا۔

(۴) خلیفہ کو ماہرین فن ارباب سیاست اور مقننین کی رائے معلوم کرنا چاہئے۔ تاکہ وہ ارکین شوریٰ کی ذہنی اور عملی استعدادات سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے۔ لیکن "مشورہ" کے معنی "منشاء" کے نہیں ہو سکتے۔ صدر مشورہ ضرور حاصل کریگا مگر فیصلہ اپنی منشاء کے مطابق کریگا۔ "شاور" کے بعد "عزمت" کی توضیح بتارہی ہے کہ شخصی عزیمت ہی کو سب کچھ اختیار دیا گیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں جو تاویل بھی مغربی جمہوریت پر اس آیت کو چسپاں کرنے کے واسطے کی جائیگی وہ ملمع سازی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ مشورہ اور منشاء کا فرق آج ہندوستان اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ کانگرس کی اشتراکی پارٹی اور گاندھی پارٹی میں جو اختلاف تھا وہ صرف اتنا ہی کہ کانگرس گاندھی جی کے مشورہ پر کام کرے یا ان کی منشاء سے۔ چنانچہ یہاں بھی یہی نتیجہ نکلا کہ جو لوگ جمہوریت کے سب سے بڑے علمبردار سمجھے جاتے تھے ان سب نے گاندھی جی کی منشاء کو فوقیت دی۔ اور انہیں ایک ڈکٹیٹر بنا دیا۔ اسلامی تعلیمات کا منشاء بھی یہی ہے کہ اگر ملک و قوم کسی شخص کے خلوص، کارکردگی اور سیاست و تدبیر پر بھروسہ کر سکتی ہو تو اُسے ہی خلیفہ بنانا چاہئے۔ اور وہ ہی کرنا چاہئے جو خلیفہ کی منشاء ہو۔ حضرت علیؓ کے حلقہ بگوش چونکہ خلیفہ کی "منشاء" پر مجلس شوریٰ کے مشورہ کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ اس لئے ان کے عزم و فیصلہ سے دنیائے اسلام بہت ہی کم فائدہ اٹھا سکی۔ اس غلط طریقہ کار نے پچھلی تاریخ میں نقصان پہنچایا تھا اور آج بھی خلیفہ کی منشاء و عزم پر "شوریت" پر زور دینے والے "جنگ صفین کے نتائج کو نہیں روک سکتے۔ "شوریٰ" کو عزم خلیفہ پر ترجیح دینے کا آغاز خارجیوں نے کیا تھا۔ مگر تعجب ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس پہلو کو اہمیت دینا اسلامی تعلیمات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰) جماعتی انتشار پیدا ہو چکا ہے۔ تو صلح کرنے کی ہر تمنا کے ہوتے ہوئے مخالف کو کس طرح باغیان اسلام میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ صلح نہ ہو سکی کیوں۔ محض اس بنا پر کہ حضرت علیؓ کے سفرائے خلافت صلح کی بہ نسبت جنگ ہی کو دعوت دے رہے تھے (چنانچہ بعض سفرا ہی نے کچھ روز بعد خود حضرت علیؓ سے بھی جنگ کی) کوئی غیرت مند انسان سفراء کے ایسے طرز خطاب کو گوارا نہیں کر سکتا جس کے ہر پہلو سے نفرت اور حقارت ٹپک رہی ہو۔ بہر حال حضرت معاویہؓ کا استدلال بھی تھا غلط اور صحیح ہونے کا فیصلہ ناظرین کر سکتے ہیں۔ مگر یہ سن لیجئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے "ازالۃ الخفا" میں ایک پہلو سے حضرت علیؓ کی خلافت سے انکار کرنے کا حق دیا ہے اور دوسری طرف استیلاء کو بھی وجوہ خلافت میں شمار کیا ہے۔ یہ کہنا کہ مہاجرین و انصار کا فیصلہ خواہ کسی وجہ سے کیوں نہ ہو تسلیم کرنا ضروری ہے اور اسلامی قانون کی ایک دفعہ اس لئے معتبر نہیں کہ قرآن اس بارے میں خاموش ہے اور حدیث بھی۔ بہت سے بہت ایسے فیصلہ کو بہتر کہا جا سکتا ہے اور وہ بھی مخصوص حالات میں ضروری نہیں۔ دنیا میں کوئی فیصلہ ایسا نہیں جس کے حسن و قبح اور خیر و شر پر حالات کا اثر نہ پڑتا ہو۔ دوسرے **خیر القرون** گذر چکا تھا جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا میں بتایا ہے۔ خلافت راشدہ کا دایاں بازو نظام اجتماعی شکست ہو چکا تھا۔ اشاعت دین اور اقامت عدل کے امکانات عملی طور پر دفن ہو چکے تھے۔ ان حالات میں اگر باہمی بدگمانیوں نے کشت و خون تک نوبت پہنچا دی تو اسے اتفاقی صداقت یا اجتہاد کی غلطی سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔ مدینہ کی بجائے کوفہ کو دار الخلافت بنانے میں جو مصلحت تھی وہ ہی اس راز کا انکشاف کر رہی ہے کہ مدینہ اور اطراف مدینہ کے پاکیزہ دل اصحاب باہمی جنگ میں اس جذبہ اور جوش سے اہل شام کا قتل نہیں کر سکتے تھے جیسا کہ کوفہ والے۔ جو خلافت عثمانی ہی سے حضرت امیر معاویہؓ کو ان کی بعض سرکوبیوں کی وجہ سے پسند نہ کرتے تھے۔ حضرت علیؓ نے اس جذبہ سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ مگر نتیجہ نے بتا دیا کہ خود غرضانہ دشمنی کا جذبہ خلافت کی بنیادوں کو مضبوط نہیں کر سکتا۔ ابو النظر رضوی۔

کا ایک جز خیال کیا جا رہا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کا زکوٰۃ نہ دینے والوں سے جنگ کرنا جبکہ اکثر ارباب حل و عقد اس کی تائید میں نہ تھے بتا رہا ہے کہ "عزیمت" کی تفسیر کیا تھی۔ حضرت ابوبکرؓ ہی وہ پہلے اور آخری شخص ہیں جنہوں نے سب سے زیادہ نبوت کی پاکیزہ شعاعوں کو جذب کیا۔ حضرت ابوبکر و عمر کی ہر تدبیر نبوت کا ایک پرتو تھا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی اگر زندہ ہوتے تو وہی کرتے جو ان دونوں حضرات نے کیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ایک کشف و مراقبہ سے یہ علم حاصل کیا تھا کہ آفتاب نبوت کی روشنی شیخین پر عکس انداز ہوتی اور ان ہی روشنی میں گم ہو کر کائنات کو روشن کرتی رہی اور کرتی رہے گی حتیٰ کہ یہ امتیاز کر سکنا بہت ہی مشکل کام ہے کہ فلاں شعاع نبوت کی شعاع ہے اور فلاں شیخین کے چراغ ہدایت کی۔ حضرت علیؓ کو آفتاب نبوت کے نظام سے علیحدہ ایک نظام قمری قرار دیا ہے جو شیخین کے واسطہ سے آفتاب کا عکس قبول کر رہا ہو۔ لہٰذا اُن کے عمل سے جو تفسیر ٹپک رہی ہو اس کے مقابلہ میں کوئی دوسری تاویل نہیں لائی جا سکتی۔ آخری فیصلہ یقیناً خلیفہ ہی کے ہاتھ میں رہے گا۔ خلیفہ صدر جمہوریہ کی طرح فالج زدگی قبول نہیں کر سکتا۔ اور یہ ہی حیثیت آج ایک ڈکٹیٹر کی ہوتی ہے۔

(۵) خلیفہ، صدر جمہوریہ کی طرح "چند روزہ زندگی" نہیں رکھتا بلکہ ایک ڈکٹیٹر کے رنگ میں تمام عمر کے لئے منتخب ہوتا ہے۔ حضرت عثمانؓ کو شیعان علیؓ نے مسند خلافت سے اتارنا چاہا۔ بغاوت کی حتیٰ کہ شہید کر دیا۔ مگر انہوں نے نہ کسی کی پناہ قبول کی، نہ ہجرت، نہ خونریزی کو گوارا کیا، نہ خلافت الٰہیہ کے امتیاز سے دست کشی۔ حضرت علیؓ کے انتخاب سے بھی اگرچہ اکثریت نے اختلاف کیا اور ہر طلوع صبح پر اس اکثریت میں عددی اضافہ ہی ہوتا چلا گیا۔ باہمی جنگ خانہ زار ہی گرم ہوا۔ حالانکہ مقبوضہ بھی برابر ہاتھوں سے نکلتے چلے گئے خود اُن کی فوج بھی کم سے کم تر ہوتی گئی۔ غرضیکہ اس ناکامی اور خونریزی سے دوچار ہونا پڑا جو زیادہ سے زیادہ ہو سکتی تھی مگر انہوں نے خلافت کو نہ چھوڑا۔ اگر خلافت اسلامیہ مغربی جمہوریت کے نظام کا عکس ہوتی تو اس تصویر میں بھی وہ ہی رنگ کیوں نہ بھرا جاتا۔ جو آج ہر جمہوریت میں آپ دیکھتے ہیں۔ حضرت حسنؓ نے ضرور صلح و آشتی پر حکومت کو قربان کر دیا۔ مگر اُن کو خلفائے راشدین میں مشکل سے ہی جگہ دی جا سکے گی۔ تفہیمات الٰہیہ میں شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت علیؓ کے بعد "ملک عضوض" ہی کی تصریح کی ہے اور بغیر کسی استثناء کے۔ اس لئے جب ہم خلافت راشدہ کو دلیل راہ بنائیں گے تو اس غیر قانونی نظیر کو پیش نہیں کر سکتے۔ خلیفہ اس لمحہ تک خلیفہ ہی رہیگا جب تک کہ وہ احکام شریعت کی تعمیل میں کوتاہی نہیں کرتا۔ کوئی شخص اس کو اپنی جگہ سے ہٹ جانے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ یہ ہی فرق ہے اور بہت بڑا فرق خلیفہ اور صدر جمہوریہ میں۔

بنابریں اسلام جہاں ایک پہلو سے جمہوریت کے تمام محاسن سے بہرہ اندوز ہے۔ وہیں پر آمریت اور ڈکٹیٹرشپ کے محاسن سے بھی تہی دامن نہیں۔ اور یہ ہی وہ انداز سیاست ہے جو سیاسی زندگی کے ہر شعوری تصور کو تسکین دے سکتا ہے۔ یہ ہی نہیں کہ جمہوریت و آمریت ہی اسلام کے نظریہ کا ایک جز ہے بلکہ ان دونوں کے نتائج یعنی اشتراکیت اور سرمایہ داری کے درمیان بھی ایسا فیصلہ کر دیا ہے کہ نہ اشتراکیت انفرادی ملکیت کو سلب کر سکتی اور علم و محنت میں سے کسی ایک کو ساری اہمیت سپرد کر سکتی ہے۔ نہ سرمایہ داری تقسیم دولت کے زریں اصول کو شکست اور مزدور طبقہ کی زندگی کو عذاب بنا سکتی ہے اس لئے یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو سیاست اور زندگی کی ہر گتھی کو سلجھا سکتا ہو۔ اور ابوبکرؓ و عمرؓ ہی وہ بہترین خلفاء ہیں جنہوں نے اپنے ہر انداز، ہر حرکت اور ہر علمی و سیاسی فیصلہ سے دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ اسلام کا ہر نظریہ قابل عمل ہے۔ اور ہر عمل نتائج امن و فلاح کی دولت لئے ہوئے۔

# اسلام میں خلافت اور حکومت

(از حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب)

خلافت اور حکومت۔ نظام انسانی کا وہ اہم ترین عقدہ ہے
س کی نوعیت اور حیثیت کے متعلق دنیا کے مفکرین ہمیشہ مرہون بحث
ہے۔ تاریخ عجائبات کا عجیب ترین تماشا یہ ہے کہ اس عقدۂ لاینحل
حل کرنے میں اکثر وبیشتر اس زمانہ کے پنجۂ قہر واستبداد کے ناخون
ستعمال کیئے گئے۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ جبیرہ دستے درقہار
اقتوں کے مقابلہ میں زیردستوں اور کمزوروں نے اپنی برتری و
سربلندی کا خواب دیکھا۔ جس کے ہر ایک پہلو پر انتقامی جذبات کا
نگ چڑھا ہوا تھا۔ اور پھر اس خواب کی تعبیر کرتے ہوئے حکومت
کا حل کیا۔ جو ردعمل کے ہیبتناک نظاروں کا پیش خیمہ
ابت ہوا۔ اور جس طرح جبر واستبداد نے انسانی خون کی ہولی کھیلی
ی۔ اُس کے ردعمل نے بھی پشت زمین کو اولاد آدم کے خون سے
وب خوب رنگا۔

ہر حال قہر واستبداد یا انتقامی جذبات سے بھرے ہوئے
ردعمل کی لائنوں پر اس عقدہ کو حل کیا گیا۔

اور اگر کبھی ان دونوں خلفشاروں سے اس مسئلہ نے نجات
ی تو اکثریت واقلیت کے خود غرضانہ جھگڑوں میں پھنس گیا۔

---

مختصر یہ کہ یہ اہم ترین مسئلہ جو عدل وانصاف کے لئے بنیاد
ہے خود انصاف سے محروم رہا۔

دور حاضر میں نظریہ جمہوریت کا مصنف اول فرانس کو مانا
جاتا ہے لیکن یہ وہ وقت تھا جب کہ لوئی پانزدہم وشانزدہم کی جابرانہ
ور مستبدانہ حکومت نے جبر وقہر کو آخری حد تک پہنچا رکھا تھا اور کلیسا
ان کی حمایت کر کے مذہب کا نام نفرت پھیلانے کا بدترین جرم کر رہا تھا۔

تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا ایسی حالت میں ٹھنڈے سے ٹھنڈا دماغ بھی
صحیح توازن کا دعویٰ کر سکتا ہے

---

تاہم نظریہ جمہوریت عوام فرانس کے لئے نجات دہندہ ثابت
ہوا۔ اگرچہ اس نجات کو اپنی جلوہ ریزی سے پیشتر انسانی خون کی
ندیوں میں بار بار اشنان کرنا پڑا۔

دنیا کے مصیبت زدوں نے انقلاب فرانس سے سبق لیا۔
طویل عرصہ تک آمریت اور ڈکٹیٹر شپ کے مقابلہ پر جمہوریت کو
پسند کیا جاتا رہا۔ لیکن مصطفےٰ کمال۔ ہٹلر۔ سولینی کے وجود نے
بازار جمہوریت کو بہت مندا کر دیا۔ اب جمہوریت اور آمریت کا تصادم
تو مفکرین کے خیالات میں بھی تزلزل پیدا ہو رہا ہے۔

قرآن حکیم ـــــ انسان کا حقیقی ہادی۔ اور اس کے امن
وعافیت کا سب سے بڑا ضامن ہے۔ وہ اس کا کلام ہے جس
نے اپنا سب سے پہلا وصف اپنی کتاب مبین میں رحمٰن۔ رحیم
رب العالمین۔ بیان فرمایا۔

---

کیا ممکن تھا کہ وہ عاجز اور بے بس انسانیت کے اس عقدہ لاینحل
کو حل کرنے کی جانب التفات نہ فرماتا۔

بلاشبہ اُس نے التفات فرمایا۔ اور توحید ورسالت کے بیان
کے بعد سب سے پہلا یہی مسئلہ ہے۔ جس پر قرآن حکیم نے بصیرت
افروز اور اطمینان بخش اسلوب سے ہدایات صادر فرمائیں۔

قانون ساز قوت۔ اور اجرائی قوت۔ یہ دو طاقتیں ہیں جن
کے مجموعہ کا نام نظام حکومت ہے۔

انسان نے یہ دونوں طاقتیں اپنے جیسے جذبات اور اغراض سے بھرے ہوئے انسانوں کے حوالہ کر دیں۔ اور پھر اکثریت و اقلیت کے شکوے سنانے کھڑا ہو گیا۔

حضرت حق جل مجدہ نے قرآن حکیم کے چوتھے رکوع میں انسان کو خلیفہ قرار دیتے ہوئے اعلان فرمایا کہ قانون سازی کے لحاظ سے اُس کی حیثیت حضرت حق جل مجدہ کی بارگاہ میں وہی ہے جو ہندوستان کے گورنر یا وائسرائے کی۔ پارلیمنٹ کے مقابلہ میں۔ وضع قوانین۔ اعطاء اختیارات۔ پارلیمنٹ کا کام ہے وائسرائے اس کو نافذ کرائے گا۔

قرآن کریم کا اعلان یہ ہے کہ وضع قانون۔ درحقیقت حضرت حق جل مجدہ کا کام ہے۔ جو اقلیت اور اکثریت کے تصادم ظالم اور مظلوم کے معاندانہ یا منتقمانہ جذبات اور ہر قسم کی خود غرضی سے پاک اور بالا ہے۔

جس نے۔ ہر کالے۔ گورے۔ عربی۔ عجمی کو ایک ہی قانون فطرت کے بموجب مساوی طور پر پیدا کیا۔

جو سب کا پروردگار ہے اور ارحم الراحمین۔

---

اذ قلنا للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفہ (الآیۃ)

---

ان الحکم الا للہ —— (قرآن حکیم)

---

رسالہ قائد کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہ اس موضوع پر متعدد مضامین شائع کر چکا ہے۔ حضرت مولانا محمد بن عبداللہ عرف مولانا منصور انصاری مدظلہ العالی کے متعدد رسائل مثلاً آسمانی حکومت کی تصویر۔ امامت امت کا دستور اساسی۔ سورۂ فاتحہ کی سیاسی تفسیر۔ اس موضوع پر بہترین رسالے ہیں۔ خاکسار کا رسالہ مسلم سوشلسٹ بھی اس موضوع پر بڑی حد تک روشنی ڈالتا ہے۔ ان تمام رسائل کے مضامین کا اعادہ اس وقت ناممکن ہے۔ اختصاراً یہی عرض کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کے بموجب

| | |
|---|---|
| حقیقی قانون ساز | اللہ عزوجل |
| حقیقی قانون | قرآن حکیم |
| شرح " " | احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |
| تفصیلات (بائی لاز) | فقہ |

---

منشار حکومت و نظریہ۔ (الف) تمام جہانوں کے لئے رحمت (وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین)

امور خیر کی تعلیم و ترویج۔ اور بری باتوں سے روکنا

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر

نظام سلطنت کا دوسرا حصہ۔ قوت اجرائیہ ہے۔ وہ اولاد آدم کے حوالہ کی گئی۔

خداوندی قانون کو دنیا میں نافذ کرنا اور اس کے نفاذ کی صورتیں سوچنا۔ یہ فریضہ انسان کا۔ ورنہ کم از کم اس جماعت کا جو قانون الٰہی کی حامل اور اس کے اجراء کی ذمہ دار ہو۔ یا آج کل کی اصطلاح کے بموجب حکومت الٰہی کے بیلٹ پر ایمان و تصدیق کے دستخط ثبت کر دے۔

---

اس قوت اجراء اور نظام تنفیذ کا مرکز اعظم خلیفہ کہلائے گا۔ یعنی قائم مقام۔

اس کو خلافت الٰہیہ کا شرف حاصل ہے۔ کیونکہ اس کے قانون نافذ کرنے کے لئے وہ نائب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ تمام اہل ملک (اور بالخصوص تمام مسلمانوں) کا خلیفہ ہے۔ کیونکہ اُن کی

ب سے وکیل ہے۔ اس کو مَلِک نہیں کہا جائے گا۔

اسلام نے مَلِک کا نام صرف خداوند عالم کے لئے مخصوص ہے۔ قل اعوذ برب الناس ملک الناس اله ناس (الآیہ)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

اخنع الاسماء الی اللہ ل یسمیٰ ملک الاملاک ما قال صلے اللہ علیہ وسلم — سب سے برا نام خدا کے ہاں مَلِک الاملاک ہے۔ یعنی شاہنشاہ (ترمذی شریف)

نسل و نسب پر استحقاق خلافت کو صحابہ کرام نے قلیة۔ یعنی شاہان روم کی اتباع قرار دیا۔ اسلامی اصول ہے۔

ن اکرمکم عند اللہ قاکم۔ — جو قانون خداوندی کا سب سے زیادہ پابند اور عامل ہو وہی خدا کے نزدیک ب سے زیادہ مستحق اکرام و تعظیم ہے۔

---

اسی نکتہ کو حضرت علی رض نے بار بار اُن کے سامنے دہرایا یوں نے تملق اور خوشامد میں حضرت علی رض کے سامنے صدیق رض خلافت پر نکتہ چینی کی۔ آپ کا جواب یہ ہوتا تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو ہمارے دین لئے منتخب فرمایا۔ یعنی نماز کا امام بنایا۔ ہم نے اسی کو اپنی دنیا لئے منتخب کرلیا۔

---

حکومت اسلام کی پارلیمنٹ کے ارکان وہ ہوں گے زہد و تقویٰ یعنی خداوندی قانون کی واقفیت اُس کی منشا سے گاہی اور اس پر عمل کے لحاظ سے سب پر فائق ہو۔

تم نے دیکھا وہ خلافت راشدہ جو حکومت اسلام کا صحیح نمونہ ہے اور جس کی اتباع کا ہمیں حکم ہوا ہے۔ اس کے کیبنٹ کے ارکان وہ دس حضرات تھے جو تمام امت میں سب سے فائق مانے گئے ہیں۔ یعنی عشرہ مبشرہ کا

سورہ عبس کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب مدارک نے فرمایا؟

"جو فقراء اسلام تھے۔ وہ دربار خلافت کے امراء تھے"

قانون سازی کے اختیارات کے فیصلہ کے بعد دو اہم مسئلے باقی رہ جاتے ہیں۔

(۱) خلیفہ کا انتخاب کیونکر ہوگا۔

(۲) کیا اجراء قانون کی صورتوں کے متعلق امام اور خلیفہ مختار مطلق ہوگا۔ یا ارکین شوریٰ اور ارباب حل و عقد کی آراء کا پابند۔

اگر خلیفہ اور ارباب حل و عقد منشاء اسلام کے مطابق ہوں تو پھر انتخاب خلیفہ کے متعلق قرون اولیٰ میں ہمارے سامنے چار صورتیں آتی ہیں۔

حافظ علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں ان چاروں صورتوں کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی

(۱) ارباب حل و عقد کا انتخاب۔ جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

(۲) خلیفہ برحق کی جانب سے نامزدگی۔ جیسے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لئے ہوئی۔

حسن نیت کی یہ برکت تھی کہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس انتخاب کی مخالفت نہیں کی۔

بیشک ایک دو صاحب نے شبہہ پیش کیا۔ مگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس شبہہ کا ازالہ فرما کر اُن کو مطمئن کردیا۔

اور پھر اگرچہ ابتداء نامزدگی تھی مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ نامزدگی گویا امت کے منشاء کی عملی شکل تھی۔ جس پر نکتہ چینی کرنے والا ایک متنفس بھی نہیں تھا۔

(۳) خلیفہ اپنی جانب سے ایک کمیٹی مقرر کردے جو خلیفہ کا انتخاب کرے۔ جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے ہوا۔

(۴) زبردستی قبضہ کر لینا اور پھر مسلمانوں کا اس کی اطاعت کے لئے آمادہ ہو جانا۔ جیسے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق عام طور سے کہا جاتا ہے۔

---

اس شکل میں اگر اس قبضہ کرنے والے کی نیت اصلاح تھی اور حالات کچھ ایسے درپیش تھے کہ ارباب حل وعقد کا کسی ایک شخص پر اتفاق ہو ہی نہیں سکتا تھا تو بلاشبہ ایسے شخص کے اقدام کو بہتر اور مستحسن کہا جائے گا۔

یہ چاروں صورتیں اپنی اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ ہمارے لئے چار اصول ہیں

---

دوسرا مسئلہ ہے۔ مشاورت کا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل الرائے اور ارباب حل وعقد سے مشاورت امام اور خلیفہ پر فرض ہے۔

قرآن پاک میں مسلمانوں کی شان ہی یہ بیان فرمائی گئی ہے

اَمْرُھُمْ شُوریٰ بینھم اُن کے معاملات ان کے آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں۔

---

خلیفۃ المسلمین تو درکنار خود حضرت اقدس رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا۔

وشاورھم فی الامر معاملات میں مسلمانوں سے مشورہ کیا کرو۔

---

لیکن دوسرا سوال ہے کثرت وقلت کے فیصلہ کا۔ اس میں شک نہیں کہ ارکین مجلس شوریٰ کی تحدید اور ان کے انتخاب کا موجودہ طرز اس مبارک عہد میں نہیں تھا۔ یہ موجودہ جمہوریت کی ایجادات ہیں۔ اگر عدل وانصاف اور نوع بنی آدم کی خدمت جو حکومت کا اصل منشا اور مقصد ہے۔ اس قسم کے انتخابات کے بغیر ناممکن ہو جائے تو لامحالہ اس کو ممکن بنانے کے لئے کوئی صورت اختیار کرنی پڑے گی۔ اور عدل وانصاف کی اہمیت کے مانند اس کی اہمیت بھی جامعہ انسانیت کے فرائض میں داخل ہو گی۔ لیکن نصوص شرعیہ کے بموجب دو صورتوں کا فیصلہ تو بلاشبہ ہمارے سامنے موجود ہے۔

یعنی ارکان شوریٰ کی رائے کسی معاملہ پر متفق ہو جائے یا غالب اکثریت کی جانب مائل ہو تو اس صورت میں لامحالہ امام پر اتباع لازم ہوئی۔ ورنہ مشورہ بے معنی اور بیکار

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

اتبعوا السواد الاعظم بڑی جماعت کی اتباع کرو

دونوں جانب رائے کی مساوات کی صورت میں موجودہ طرز بھی صدر پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔

البتہ صرف ایک دو ووٹ کی قلت وکثرت کی صورت میں موجودہ طرز حکومت صدر کو ایک دو ووٹ کے تابع کر دیتا ہے۔ لیکن اس کا ثبوت ہمیں شریعت غرا میں نہیں ملتا۔

---

بظاہر اس قسم کے قلیل تفاوت کی صورت میں امام کے اختیارات کو بالا مانا جائے گا۔ اور اس کو حق ہو گا کہ وہ اقلیت کی رائے پر عمل کرے۔ بشرطیکہ دیانتداری کے ساتھ اسی کو درست سمجھتا ہو۔

لیکن فراموش نہ ہونا چاہئے کہ یہ اسی وقت فتنہ وفساد سے خالی ہو سکتا ہے۔ جبکہ امام کی حسن نیت اور اس کے تدبر کو سب تسلیم

کرتے ہوں اور اس کی دیانتداری پر سب کو اعتماد ہو۔

---

ہمارے کچھ بزرگ امام کے لئے جائز قرار دیتے ہیں کہ وہ اکثریت کے فیصلہ کو بھی نظرانداز کردے۔ سب سے اہم دلیل یہ ہے (۱) قرآن میں شاورھم فی الامر کے بعد فاذا عزمت فتوکل علے اللہ۔ یعنی جب تم عزم کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو جب کہ عزم کا تعلق امیر، در امام سے کیا گیا تو معنی یہ ہوئے کہ امیر مشورہ کا پابند نہیں۔

---

اس کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پیشتر ضروری ہے کہ محل نزاع کی کچھ توضیح کردی جائے۔ اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ قانون سازی انسان کا کام ہی نہیں تو سوال ہو سکتا ہے کہ اب مشورہ کے کیا معنی اور کیا ضرورت

---

حقیقت یہ ہے کہ امر ونہی۔ حلال وحرام وغیرہ سے متعلق تمام احکام قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں موجود ہیں۔

جو احکام قرآن پاک اور احادیث مقدسہ میں صراحت سے وارد ہوگئے۔ اُن کے متعلق تو مشورہ جائز ہی نہیں۔ صاف اور صریح احکام کے علاوہ کچھ امور اس قسم کے ہیں جن کا تعلق اجتہاد سے ہے۔ ایسے امور کے متعلق امام یا خلیفہ خود مجتہد ہوگا یا مجتہد نہ ہوگا۔ اگر امام یا خلیفہ مجتہد ہو تو لامحالہ اس کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا لازم ہوگا۔ کیونکہ اجتہاد کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایک کامل فن عالم جو احکام شریعت اور منشار قانون خداوندی سے پوری طرح واقف ہے وہ کامل غور وخوض اور انتہائی تحقیق وتدقیق سے کسی مسئلہ کے متعلق ایک رائے قائم کرے۔ جسکی صداقت و درستی پر اس کو کامل وثوق ہو۔

ایسا مجتہد کسی مسئلہ کے متعلق فیصلہ کرنے کے بعد اگر دوسرے کی اتباع کرتا ہے تو وہ اپنے ضمیر اور اپنی تحقیق کے خلاف ایسا فعل کر رہا ہے جس کو وہ غلط تصور کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ ناجائز اور حرام ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مجتہد تھے۔ بلکہ آپ صاحب الوحی تھے۔ خلفار راشدین کو مجتہدین تسلیم کیا گیا ہے۔ لہٰذا ان حضرات کے ارشادات اور فیصلے تو اکثریت اور اقلیت کے نزاعات سے یقیناً بالا ہوں گے۔

مگر یہ عجیب لطیفہ ہے کہ علمار محدثین کی صحیح روایات کے بموجب حضرت اقدس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ضابطہ مشورہ پر بہت زیادہ بلکہ سب سے زیادہ عمل کیا کرتے تھے۔ اور یہی حال حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم اجمعین کا بیان کیا گیا ہے۔

کتب احادیث وسیر پر تحقیق طلب نظر ڈالنے سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ بعض بعض موقعوں پر اگرچہ ارکان شوریٰ نے اختلاف بھی کیا۔ مگر ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ ان حضرات کو کثرت کی موافقت نہ حاصل ہوئی ہو۔

اُساری بدر۔ غزوہ اُحد۔ جیش اسامہ۔ قتال مرتدین۔ جمع قرآن۔ فدک ونفیر۔ تقرر وظائف وغیرہ وہ مسائل ہیں جن پر عہد مبارک حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرات شیخین کے دور خلافت میں معرکۃ الآرار بحثیں ہوئیں۔ مگر ان مباحث کے تذکرہ میں جو اعتراض کرنے والے حضرات تھے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ہمارے لئے شرح صدر ہوگیا۔ یعنی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صدیق اکبر یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہم نے ایک تحریک پیش فرمائی۔ دوسرے حضرات نے کچھ سوالات پیش کئے۔ اس پر گفتگو ہوئی۔ حتی کہ فریق مخالف کو شرح صدر ہوگیا۔ شرح صدر کے بعد ان حضرات کو مخالفین میں شمار کرنا اور محرک کے عمل کو صرف اپنی

رئے کی اتباع قرار دینا یہ محض خوش فہمی ہے۔

بہر حال اصول مشورہ پر خیر القرون میں شدت کے ساتھ عمل ہوا۔ باوجودیکہ صاحب الوحی یا مجتہد ہونے کے باعث اس سے مستغنی ہو سکتے تھے۔ مگر تاہم عمل سے پیشتر موافقت آراء ضروری سمجھی گئی۔ لیکن اگر موافقت آراء نہ حاصل ہو تو مجتہد کو اپنی تحقیق سے روگردانی کسی صورت سے بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ بظاہر حضرت عثمانؓ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کے مشاجرات کی تہ میں یہی اصول کارفرما رہا۔

مختصر یہ کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت شیخین نے اگرچہ ثابت کر دیا کہ اجتہادی امور کو ارکان شوریٰ کے سامنے پیش کر کے موافقت آراء اور اطمینان و تشفی حاصل کر لینا ضروری ہے۔ مگر جب کہ یہ بھی مُسَلّم ہے کہ مجتہد کو اپنے اجتہاد کی اور مقلد کو اپنے امام کی مخالفت جائز نہیں۔ تو لا محالہ کسی مسئلہ پر ارکان شوریٰ کی کثرت و قلت کا صرف اُسی وقت اعتبار ہو گا جب کہ (۱) وہ مسئلہ قرآن پاک احادیث مقدسہ میں وضاحت سے وارد نہ ہوا ہو۔

(۲) اس کے متعلق امت مرحومہ کا کسی پہلو پر اجماع نہ ہوا ہو۔

(۳) اگر وہ مسئلہ اجتہادی ہے تو امام یا خلیفہ مجتہد نہ ہو

(۴) اگر مسئلہ اجتہادی ہے تو مقلد خلیفہ کے امام کا کوئی فتویٰ اس کے متعلق نہ ہو۔

---

یعنی (۱) نظر شریعت میں اس کا کرنا نہ کرنا۔ مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ محض ملکی اور قومی مصلحت کا تقاضا ہی اس کے بہتر یا بدتر ہونے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ مثلاً تعمیرات۔ سڑکیں۔ کسی ملک پر فوج کشی۔ یا کسی قوم سے صلح یا شرائط صلح۔ یا وظائف و تنخواہوں کی مقدار وغیرہ۔

(۲) ائمہ مجتہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور خلیفہ جس امام کا مقلد ہے۔ اُس کا فتویٰ۔ حالات حاضرہ کے پیش نظر دشواریاں پیدا کرتا ہے۔ یا قومی یا ملکی نقصان کا موجب ہوتا ہے۔

اس قسم کے مسائل کی نظیریں بہت سی مل سکتی ہیں۔ اور اسی قسم کے مسائل میں مشورہ لازم ہو گا۔

محل نزاع کے تعیین کے بعد آیۂ کریمہ "فاذا عزمت" آلخ کے متعلق گذارش ہے کہ

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق درحقیقت یہی حکم تھا یعنی چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صاحب الوحی ہیں۔ مجتہد ہیں لہٰذا آپ کو مشورہ کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے تاکہ کارکنان ملت کی حوصلہ افزائی ہوتی رہے۔

آخری اور قطعی فیصلہ کا خود حضرت رسالت پناہ کو اختیار ہے۔ مفسرین کرام نے حکم مشاورت کو محض حوصلہ افزائی اور دلداری پر محمول کیا ہے۔

مگر عام مسلمانوں کی شان یہ بیان فرمائی گئی ہے۔" وامرھم شوریٰ بینھم" یعنی ان کا معاملہ آپس کا مشورہ ہو گا

قربان جائیے۔ قرآن کریم کی معجزانہ بلاغت کے (لفظ شوریٰ کو "امرہم" پر محمول فرماتے ہیں۔ اس پیچیدہ اور بحث طلب مسئلہ کا کس اختصار کے ساتھ فیصلہ فرما دیا گیا۔ یعنی اُن کے معاملات لامحالہ ایسے ہونے چاہئیں۔ جن پر مشورہ کا اطلاق ہو سکے۔

کیا حضرت حق کے اس ارشاد کے بعد ڈکٹیٹر شپ۔ آمریت اور استبداد کو دامن اسلام میں پناہ مل سکتی ہے؟

(۲) علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عزم کی تفسیر یہ نقل کی ہے ــــ مشاورۃ اہل الرای ثم اتباعھم۔ یعنی اہل رائے سے مشاورت اور پھر مشورہ کا اتباع۔ اس تفسیر پر مفہوم آیت یہ ہوا کہ جب ارکان شوریٰ سے مشورہ

...کے اس کی اتباع اور اس پر کارروائی شروع کردو تو یہ زعم ہرگز ...نا چاہئے کہ جملہ ارباب حل وعقد آپ کے موافق ہیں بلکہ بھروسہ خداوند ...و برتر پر ہونا چاہئے ۔ واللہ اعلم

اس قسم کے دیگر جوابات بھی ہیں جو ایک مرتبہ ایک فتوے کے سلسلہ میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ دیگر اعتراضات اور ان کے جوابات کا یہ موقع نہیں۔ ان کی جانب عرض سابق میں اشارات آچکے ہیں ۔ واللہ ہو علیم للصواب ۔ وہو المستعان ۔

وہو اعلم بالصواب

# پیکر صدق

(از جناب نظام الدین صاحب اسیر ادروی اعظمی)

خرمنِ کفر کا بے باک شرربار کہوں	سلکِ ایماں کو تری شاخ گہربار کہوں
واقفِ راز کہوں محرمِ اسرار کہوں	اہل اسلام کا محبوب کہ دلدار کہوں

کہ جہاں نے ترے فرماں سے ایماں پایا
قلب برباد نے تسکین کا ساماں پایا

کاروان رہِ توحید کا رہبر تو ہے	چرخِ عرفان کا ایک مہر منور تو ہے
ہر مسلمان کا سچ یہ ہے کہ دلبر تو ہے	صدق کامل ہے تو ہی حلم کا پیکر تو ہے

مضطرب بزم تمنا میں تماشائی ہے
آج دل میں مرے پھر یاد تری آئی ہے

شوق دیدار سے مضطر ہے یہاں پر بیمار	دردِ پیہم کی خلش اس پہ فراقی آزار
مٹ گئے دہر سے اسلام کے بالکل آثار	اب نہیں باقی رہا کوئی مسلماں کا شعار

تیرے دیوانے ہیں یاں شعلہ بداماں ہو کر
اور تو دور ہے ان سے کہیں پنہاں ہو کر

چرخ اسلام کا تجھ کو مہ انور کہدوں	شمع نبوی کے لئے عشق کا پیکر کہدوں
حامل بار نبوت کا مقدر کہدوں	کفر مانع ہے مجھے ورنہ پیمبر کہدوں

قصۂ منقبت یار تو طولانی ہے
مختصر یہ کہ محمد کا تو ہی ثانی ہے

معیارِ افضلیت

# فلسفہ افضلیت

ذیل میں مفکرِ جلیل حضرت الحاج العلامہ مولانا ابو القاسم محمد حفظ الرحمٰن صاحب سہاروی رکن مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند کا مضمون درج کیا جاتا ہے۔

مولانا موصوف کی عزیز ترین تصنیف "سیرت رسول کریمؐ" علم دوست طبقہ میں کافی شہرت حاصل کر چکی ہے۔ مدارس عربیہ اور متعدد اسکولوں کے دینیات میں داخل کورس کر لی گئی ہے۔ اسی سلسلہ کا دوسرا نمبر "خلفاء راشدین" زیر تصنیف ہے۔

ادارہ قائد مسرت محسوس کر رہا ہے کہ اس تصنیف کے ایک حصہ کو سب سے پہلے شائع کرنے کا شرف رسالہ قائد کو ہو رہا ہے (ادارہ)

اس سے پہلے کہ ہم یہ دعوی کریں "کہ جمہور صحابہ کہ جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنی ہاشم کے دوسرے بزرگ ترین صحابہ بھی شامل ہیں، حضرت ابوبکر کی افضلیت پر متحد و متفق ہیں اور یہی افضلیت انکے انتخاب خلافت میں بھی نمایاں نظر آتی ہے" یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ افضلیت و اولیت کا معیار کیا ہے۔ کیا وہ مناقب جزئیہ معیار فضیلت ہیں جو اوصاف خاصہ اور حالات مخصوصہ کی بنا پر گاہے گاہے زبان وحی ترجمان سے اکثر مہاجرین وانصار کے جلیل القدر افراد کے متعلق ادا ہوتے رہے ہیں۔؟

جواب ایک ہی ہے کہ نہیں! کیوں؟ اس لئے کہ جزئی فضائل میں سے کسی فضیلت کا کسی فرد میں پایا جانا مکمل موجود ہونا اس شخص کو مجموعی فضائل و مکارم کا حامل نہیں بنا سکتا۔ اور مقدس انسانوں میں کوئی شخص ایسا نہیں مل سکتا جو اپنی کسی مخصوص فضیلت کے اعتبار سے دوسروں پر قابل ترجیح نہ رہا ہو۔ ایک شخص میں سخاوت زیادہ ہے دوسرے میں شجاعت۔ ایک کو خاندانی برتری حاصل ہے تو دوسرا حمایت و نصرت حق میں پہلے پر فائق ہے۔ تو پھر کیا عمر کی زیادتی اور کبر سنی کو معیار قرار دیا جائے یا رشتہ و قرابت کو؟ نہیں یہ بھی معیار افضلیت نہیں بن سکتے اس لئے کہ پہلی صورت میں تو ایک کبر سن جاہل کو بہ نسبت ایک کم سن عالم پر فضیلت ملجانی چاہئیے اور دوسری صورت میں استعداد و قابلیت ایک لغو شے ثابت ہوگی۔ اور اسلام کی بزرگی اور تقدیس وراثت کے قالب میں ڈھل جائے گی کہ جس کو اسلام مٹانے آیا ہے۔ نہ کہ فروغ اور قوت دینے!!

پس معیار فضیلت صرف ایک ہی شے بن سکتی ہے اور وہ یہ کہ صاحب فضیلت اپنے اقران و معاصرین میں کسی ایک یا چند فضائل جزئیہ میں برتری و تفوق نہ رکھتا ہو بلکہ زندگی کے ہر شعبہ اور اجتماعی دور حیات کے ہر گوشہ میں اس کی برتری و تفوق اس طرح مسلم ہو کہ دوست و دشمن اس کے مقر اور واقعات و حالات اس کے شاہد عدل ہوں یہی ایک حقیقت ہے جو کسی شخص کی افضلیت و اولیت کا معیار بن سکتی ہے اور اسی کسوٹی پر اس مسئلہ کو کسا جا سکتا ہے جس کو صدیوں سے ایک چھوٹی سی جماعت نے جمہور مسلمانوں کے خلاف ایک عظیم الشان فتنہ بنا دیا اور جس کی آڑ میں بہت سی اسلامی حکومتوں کو اغیار کے پنجۂ استبداد میں پھنسا کر فنا کی آغوش میں پہنچا دیا ہے۔

## ثانی اثنین اذہما فی الغار

دوسرا دو کا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے

## افضلیت صدیق اکبر (رضی اللہ عنہ)

سطورہ بالا معیار فضیلت کے پیش نظر اب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کو جانچو اور غور کرو تو تم کو اچھی طرح معلوم ہو جائیگا کہ حیات اسلامی کے ہر ایک شعبہ میں ابوبکر کی وہ خدمات ہیں کہ جن کا وجود اساس اسلامی اور اس کے استحکام کے لئے ازبس ضروری تھا۔ یا یوں کہیئے کہ اسلام کی اجتماعی زندگی کے لئے ہمیشہ سے ابوبکر کا وجود ایک جزو لاینفک رہا ہے۔

(۱) آغاز اسلام میں جبکہ اسلام کو مال و جان اور عزت و ناموس ہمہ قسم کی قربانی کی حاجت تھی۔ ابوبکر کا جانی و مالی ایثار اور عزت و ناموس کی قربانی قدم قدم پر اسلام کے کام آئے اور اس کی شوکت و نصرت کا سبب بنے اور ابوبکر ہی کی رفاقت نے داعی اسلام محمد رسول اللہ

---

لہ دورِ اسلامی کا مشہور فتنہ تتار کا بانی مورخین کے نزدیک نصیر الدین طوسی تھا جو حکومت چنگیزی میں وزیر اعظم کے منصب پر فائز تھا۔ اس فتنہ نے نہ صرف خلافت عباسی کو فنا کیا بلکہ تقریباً ثلث دنیا اسلام اس فتنۂ عظیمہ کے بھینٹ چڑھ گئی۔ یہ اور اسی قسم کے اور بہت سے فتنے بد قسمتی سے اس راہ سے اسلام میں پیدا ہوئے۔ اولین دورِ اسلامی میں جمل و صفین کی مشہور جنگیں اسی فتنہ کی رہین منت تھیں۔

بلیغی نظام کی استواری میں مدد دی۔ بلال، صہیب اور رفاعہ جیسے
کاران اسلام کی آزادی ابوبکر ہی کی مالی قربانی کی رہین منت ہے نامو
ام کی حفاظت میں ابوبکر نے اپنی جان و ناموس کی اس وقت بازی
ی تھی جبکہ ابھی تک حضرت فاروق دشمنوں کے دست و بازو تھے
حضرت عثمان غور و فکر میں، اور حضرت علی بچپن کی زندگی گذار رہے
۔ اسی لئے سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہمارے حافظہ میں
ل تازہ ہے۔ جبکہ بربنا بشریت ایک مرتبہ شیخین (ابوبکر و عمر) میں
معاملہ پر تکرار ہوگئی اور گفتگو میں تلخی تک آگئی اور تھوڑی ہی دیر
حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے اقدام مصالحت کیا اور دعاء مغفرت
ب کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ابھی فرو نہ ہوا تھا۔ انہوں نے
جواب نہ دیا۔ تب ملول خاطر ہو کر حضرت صدیق نے دربار رسالت
شکوہ کیا۔ آپ نے تین مرتبہ حضرت صدیق کے لئے دعاء مغفرت
ی کہ فوراً ہی حضرت عمر اپنی کج ادائی پر ندامت کا اظہار کرتے
ے حضرت ابوبکر کے مکان پر پہنچے اور وہاں نہ پاکر حضرت صدیق سے
ستگار معافی ہونے کے لئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا تو
ں معاملہ دگرگوں ہے۔ اور سرورعالم کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ
حضرت صدیق نے یہ رنگ دیکھا تو دو زانو ہو بیٹھے اور بار بار کہنے
۔ یا رسول اللہ خطا میری ہی تھی۔ مگر آپ کا غصہ کم نہ ہوا۔ اور حضرت
ی طرف مخاطب ہو کر فرمایا! ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم
بت وقال ابوبکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ
ل انتم تارکوالی صاحبی (الحدیث۔ بخاری جلد ۱) اللہ نے
و تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا۔ مگر تم نے اس وقت تصدیق نہ کی
ابوبکر نے تصدیق کی اور اپنے جان و مال سے ہر طرح مجھکو مدد دی
تم میرے اس رفیق کو میرے لئے نہیں چھوڑ سکتے۔

(۲) اسلام پر جب وہ کٹھن وقت آیا کہ جس نے مسلمانوں
عافیت تنگ کردی اور جبکہ مشرکوں کے ہاتھوں ناقابل برداشت
ائیں مسلمانوں کو پہنچنے لگیں تو مسلمان سخت پریشان اور صبر آزما زندگی
مبتلا تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حالات کے پیش نظر مسلمانوں
جازت دیدی کہ وہ حبشہ چلے جائیں تاکہ وطن سے مہجوری کے باوجود
وہ پہاڑ جیسے مصائب سے کچھ نجات ملے۔ اس وقت بھی سرور
م صلی اللہ علیہ وسلم کے مونس و غمخوار یہی ابوبکر تھے اور ان ہی کے

وجود سے باقی ماندہ مسلمانوں کو اسباب دنیوی کے زیر نظر قوت حاصل تھی۔ ابھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ مخالف کیمپ ہی میں تھے۔ حضرت عثمان اور حضرت جعفر حضرت علی کے بڑے بھائی حبشہ چلے گئے۔ حضرت علی ابھی تک کم سن ہیں۔ حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت خالد بن ولید حضرت ابو عبیدہ، حضرت معاذ، حضرت عمر بن العاص جیسے سپہ سالار اسلام ابھی تک رونق دہ مجلس کفار تھے۔ ایک اور صرف ایک ابوبکر کی فداکاری و جاں سپاری تھی جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دست و بازو بنی ہوئی تھی

(۳) جب ۱۲ نبوۃ میں معراج کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا اور یہ بے نظیر شرف نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو بخشا گیا تو آپ نے بعد نماز صبح مسجد میں صحابہ کے سامنے تذکرہ فرمایا۔ صحابہ نے سنا اور تصدیق کی۔ ابوجہل اور مشرکین بھی موجود تھے انہوں نے بھی سنا اور تعجب کیا اور انکار کے درپے ہوئے۔ ابوجہل سنتے ہی دوڑا تاکہ اس معجز نما واقعہ کو لوگوں کو سنائے اور عجوبہ ظاہر کرکے اس کو تکذیب کا ذریعہ بنائے۔ جا رہا تھا کہ سامنے ابوبکر رضی اللہ عنہ نظر آئے۔ کہنے لگا اور بھی سنا۔ کیا؟ حضرت ابوبکر نے پوچھا۔ ابوجہل نے تمام قصہ سنایا۔ اور کہا کہ تمہارے صاحب نے اب ایسی عجیب باتیں گھڑنی شروع کردیں۔ کیا تم اس پر ایمان لا سکتے ہو؟ حضرت ابوبکر نے فوراً فرمایا! اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے تو سب سے پہلے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اس لئے کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب بات پر ایمان رکھتا ہوں، وہ کیا؟ ابوجہل نے پوچھا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا میں تو یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ صبح و شام اس رسول پر خدا کا فرشتہ اُترتا اور اللہ کی وحی اس پر لاتا ہے اگر آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر خدا کے رسول پر فرشتہ اور وحی کا نزول صبح و شام ممکن ہے تو پیغمبر خدا کے واقعہ اسرا اور معراج کے امکان میں کونسا تعجب ہے۔ واقعہ معراج پر ہر ایک صاحب ایمان ایمان لایا۔ اور اس پر آمنا و صدقنا کہا۔ لیکن دشمنوں کے استہزاء مخالفوں کے ٹھٹھوں اور معاندین کی مادی اور فلسفیانہ موشگافیوں کا دلیل و حجت کی روشنی میں جس شخص نے مسکت جواب دیکر دشمنوں کے فتنہ کی روک تھام اور مفسدوں کے مفسدانہ تبلیغ کا سدباب کردیا۔ اور سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کی پختگی اور مولفۃ قلوب کے دلوں میں راسخ الاعتقادی اور استواری کا باعث جو ہستی بنی وہ ابوبکر اور تنہا

ابوبکرہی کی ذات تھی۔ اور اسی امتیازی شان کی بدولت دربار رسالت سے "صدیق" کا وہ عظیم المرتبہ لقب پایا جو نبوت کے بعد سب سے بڑا درجہ اور مقام ہے۔

(۴) کفار و مشرکین کی کونسل نے متفقہ طور پر پاس کر دیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبائل کے نوجوان ایک ساتھ حملہ کر کے قتل کر دیں۔ جبریل امین نے پیغمبرؐ کو بھی اسکی اطلاع کر دی اور مدینہ کی ہجرت کا پیغام الٰہی سنایا۔ تمام صحابہ موجود تھے۔ اہلبیت، عزیز و قرابت والے، فدائی و جاں نثار سب ہی موجود تھے۔ مگر اسلام کے اس دور جدید کے انقلاب عظیم کے وقت حمایت و نصرت اور رفاقت رسول کے لئے جس کا انتخاب کیا گیا اور چمنستان ملت میں سے جس پھول کو چنا گیا وہ بھی ابوبکر کی ذات تھی اور اسی لئے اس رفاقت کو اسلام میں وہ شرف بخشا گیا کہ قرآن عزیز نے اس کا تذکرہ اس معجزانہ انداز میں کرتے ہوئے ثانی اثنین اذھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا " بقائے دوام کی سند بخشی۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ فضیلت ایک جزئی فضیلت تھی جو بہر حال کسی کے حصہ میں مقدر تھی۔ بس تم نے غور نہیں کیا۔ رفاقت رسول کی یہ فضیلت جو اسلام کے اس دور جدید میں ابوبکر کو عطا ہوئی علام الغیوب کے علم الٰہی میں اس لئے مقدر تھی کہ وہ جانتا تھا کہ جس نے مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں ظاہری اسباب کے اعتبار سے قدم قدم پر اسلام کی کشتی کو سہارا دیا اور اس کی حیات اجتماعی کو جان و مال اور ناموس و عزت کی قربانی سے قوت پہنچائی وہی کل بھی اس سفینہ کا سب سے بڑا ناخدا ثابت ہوگا۔ اور رسول کی یہ رفاقت رسول کے بعد "اس کی" نیابت کی صحیح ترجمان بنے گی۔

(۵) مدینہ کی زندگی میں جہاد کا حکم ہو چکا ہے اور دشمنان اسلام کی پیہم فتنہ پردازیوں کے جواب میں وحی الٰہی نے جنگ کی اجازت دیدی ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ، حفاظت اسلام و مسلمین اور شوکت ملت بیضاء کی خاطر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم پہلی مرتبہ غزوۂ بدر کے لئے نکلتے ہیں مسلمان اپنی ناداری، کمی تعداد، اسلحہ جنگ کی قلت، ناساعد حالات کی بنا پر مکہ کی فوج جرار اور سازوسامان حرب سے مسلح لشکر کے مقابلہ میں ابوسفیان کے قافلہ پر دھاوے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور جب اس میں ناکامی ہوتی ہے تو واپس ہو جانے کو پسند کرتے ہیں۔ مگر منشا الٰہی و منشاء نبوی حق و باطل کے معرکہ کو پسند کرتے ہیں نگاہ نبوت بار بار اد ہر اٹھتی ہے اور اسلام کے اس عظیم الشان معرکہ حق و باطل کے فیصلہ کن مظاہرہ کے لئے وہ زبان جانتی ہے جو اقدام کرکے رسول کی رفاقت و نصرت کا اعلان کرے اور دوسروں کیلئے نمونہ ثابت ہو

سب سے پہلا شخص جس نے منشاء رسولؐ کو سمجھا اور سمجھ کر حمایت حق کا نعرہ بلند کیا اور بدر کی فیصلہ کن جنگ کے لئے مسلمانوں کی زبردست مجلس شوریٰ میں فداکاری اور جاں سپاری کی ترغیب دی ابوبکر، اور صرف ابوبکر ہی کی ہستی تھی اور ابوبکر ہی کی فداکارانہ تقریر نے صحابہ کے جوش ایمانی کو تازہ کر دیا اور پھر عمر فاروق، سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے پرجوش تائیدی تقریریں فرمائیں ورنہ تمام مسلمان جو کہ تھوڑی دیر پہلے اپنی حالت زار اور دشمن کی بہتات کا نقشہ سامنے رکھکر جنگ سے پہلو تہی کر رہے تھے، سربکف اسلام پر قربان ہونے کو تیار ہو گئے۔ اور اس طرح بدر کے میدان میں کفر و اسلام کے پہلے ہی نقشہ جنگ نے کفر کی ذلت و خواری اور اسلام کی شوکت و حشمت پر مہر لگا دی۔

یہ غزوہ معمولی غزوہ نہ تھا۔ جہاد اسلام کا پہلا عظیم الشان معرکہ تھا یہ حق و باطل کا معیار اور ہمیشہ کے لئے موت و حیات اسلامی کا فیصلہ کن نقشہ تھا۔ خدانخواستہ اس میں مسلمان بزدل ہو کر شکست کھا جاتے تو ہمیشہ کے لئے اُن کی موت تھی۔ مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ اور مسلمانوں کی اجتماعی شوکت و حشمت کے وعدۂ الٰہی کے پورا ہونے کا یہی وقت تھا اس لئے قدرت نے ابوبکر ہی کو اس کے لئے انتخاب کیا اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان حمایت اور نصرت حق کا مبلغ اعظم اسی ہستی کو بنایا۔ اگر یہ صحیح ہے کہ غزوہ بدر اسلام کی اجتماعی شوکت و عزت، اور دشمنان اسلام کی ذلت یا یوں کہئے کہ شرک و کفر کی تباہی اور توحید الٰہی کی افزائش و ترقی کا بہت بڑا سبب ہے تو پھر کون انکار کر سکتا ہے کہ اسلامی شوکت و نصرت اور اس کی اجتماعی طاقت کا سب سے پہلا رفیق اور سب سے بڑا دست و بازو ابوبکر نہیں ہے۔ اور اس میدان میں اس کی عظمت و جلالت قدر کا کون حریف ہو سکتا ہے؟

(۶) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی ہے اور اسلام اور مسلمانوں پر مصیبت کا وہ پہاڑ ٹوٹ پڑا جس کے تصور سے بھی عقل عاجز اور جس کے اظہار سے بھی زبان و قلم درماندہ ہیں بے پناہ جذبہ عشق و محبت سے تمام صحابہ حیران و پریشان اور مدہوش ہیں۔ حضرت عمرؓ کا تو یہ عالم ہے کہ تلوار سونت لی اور کہنے لگے جو شخص کہے گا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اُس کی گردن مار دوں گا تمام صحابہ سن رہے ہیں اور حیران و مدہوش ہیں۔ اسلام پر کیسا سخت وقت ہے ایک طرف وفات رسولؐ کا غم و الم اور دوسری جانب تعلیمات الٰہی اور اصول دین کی حفاظت کا سوال، کون سنبھالے اور کون ہمت و جرأت

رکے حق کا اعلان کرے۔ وفورِ غم میں کس کو ہوش، اور مصیبت عظمیٰ میں
س کے حواس درست، کہ "انک میت و انھم میتون" کو یاد
ریں اور سوچیں کہ نبی رسول کو بھی موت سے چارہ نہیں۔

مگر ابوبکرؓ ہی کی وہ ہستی تھی جس نے اسلام کے سفینہ کی نگہبانی
ں اور ایسے وقت نگہبانی کی کہ خدانہ کردہ اگر یہی حالت باقی رہتی تو نہ معلوم
سلام کو کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا۔ ابوبکر، غمزدہ ابوبکر، مجبور ابوبکر
گے بڑھے اور مسجد نبوی میں پہنچکر حضرت عمرؓ کو مخاطب کیا فرمایا قسمیں
ھانے والے ٹھیر اور خاموش ہوجا۔ اور پھر منبر پر چڑھکر اعلان کیا
یہا الناس من کان یعبد محمداً فان محمداً قد مات ومن
کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت۔ لوگو جو محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا وہ سمجھ لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات
گئے۔ اور جو اللہ کی پوجا کرتا ہے تو اللہ زندہ ہے اور اسکو موت
ہیں ہے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی انک میت و انھم
میتون۔

صحابہ نے جب یہ کلمہ حق سنا تو حقیقت حال سامنے آگئی۔

ور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اکثر تو یہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر نے
ب آیت پڑھی تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب سے پہلے آج ہی اس آیت
و ہم نے سنا ہے۔

بتاؤ کہ اسلام کے اس ابتلاء عظیم کے وقت کس نے
رہنمائی کی۔ اور ایسی کٹھن حالت میں اسلام کی بنیادوں کو متزلزل
ہونے سے کس نے بچایا۔ جواب ایک ہی ہے کہ ابوبکر نے!!

(۷) وفات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل ہی اسلام کو
عظیم الشان مصیبت "فتنہ ارتداد" سے دوچار ہونا پڑا۔ اکثر قبائل
عرب وفات کا حال معلوم کرکے گمراہی پر آمادہ ہوگئے اور ایک بڑی
عداد نے صدیق اکبر کو زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا۔ اور اطراف
و اکناف عرب میں ارتداد کی وبا پھیل گئی۔

وفات رسول کا زخم ابھی مندمل نہ ہو پایا تھا کہ جان اسلام
کے لئے یہ نیا ناسور پیدا ہوگیا۔ تمام صحابہ پریشان، حضرت عمر
بھی باوجود جلالت قدر و بے نظیر شجاعت کے حیران تھے۔ کیا
کریں اور کس طرح اس داخلی فتنہ کا سد باب ہو اور اسلام کو اس
ی مصیبت سے نجات ملے؟ مگر ابوبکر اٹھے اور انہوں نے اعلان
کردیا کہ اسلام حق ہے، اسلام کی تعلیم حق ہے۔ قسم بخدا اگر کسی شخص
نے اس ایک رسی کا بھی انکار کیا جس کو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے زمانہ میں زکوٰۃ کے وقت دیتا تھا تو میں اس پر جہاد کروں گا اور
خدا کے دین کو غالب کرکے دم لوں گا۔

حضرت عمر اور بعض دوسرے جلیل القدر صحابہ نے توجہ دلائی کہ یہ وقت
سخت نازک ہے۔ نرمی کا موقعہ ہے۔ سختی کا نہیں۔ پھر جو شخص لا الہ الا
اللہ کہہ چکا ہے اس پر کس طرح آپ تلوار اٹھائیں گے۔ لیکن ابوبکر معاملہ
کی تہ تک پہنچ گئے تھے اور ان کی فراست اور تدبر نے جانچ لیا تھا کہ
اگر مخالفت و منافقت کے اس سوراخ کو بند نہ کیا گیا تو اسلام کی
خیر نہیں اور اس وقت کا زخم اگر ہرا رہا تو پھر قیامت تک خشک ہونیکی
امید نہیں۔ خود بھی سمجھے اور صحابہ کو بھی سمجھایا۔ اور آخرکار مسیلمہ کذاب
اسود عنسی اور مرتدین اسلام کی وہ سرکوبی کی کہ فتنہ و فساد مٹ گیا۔
اور چمن اسلام پہلے کی طرح پھر سرسبز و شاداب نظر آنے لگا۔ کمزوروں
کے دل مضبوط ہوگئے۔ مذبذبین کو استواری نصیب ہوئی۔ مضطرب
دلوں کو اطمینان نصیب ہوا اور مفسدین و مرتدین کا قلع قمع ہوگیا۔
فرمائیے کہ شیرازہ اسلام کی اس پراگندگی کو کس نے مٹایا اور اسلام کے
اندر یہ داخلی فتنہ و فساد کی جڑ کس نے کاٹی۔ کون تھا جو اس ہیبتناک
منظر کو جھیل گیا۔ اور حسن تدبیر و بے نظیر استقلال سے نیابت رسول
کا وہ حق ادا کیا جس کی نظیر سے ساری تاریخ اسلام خالی ہے۔ جواب
پھر یہی ہے کہ ابوبکر ہی کی وہ مقدس ہستی تھی جس کے پائے استقلال کو
کسی طرح لغزش نہ ہوئی اور جس نے شوکت اسلام کو نہ صرف برقرار
رکھا بلکہ بیش از بیش ترقی کی شاہراہ پر لگادیا!!

(۸) وفات نبی رسل اللہ علیہ وسلم سے داخلی فتنے جاگ اٹھے۔ ایک
طرف ارتداد کا زور تھا تو دوسری جانب مانعین زکوٰۃ کا شور۔ مگر پیکر
استقلال، جبل استقامت بنیان مرصوص کی طرح اپنی جگہ قائم رہا اور
جلیل القدر صحابہ کی حیرانی و پریشانی اور ان فتنوں سے متعلق بےچینی کے
باوجود صرف ابوبکر ہی کی حسن تدبیر تھی کہ ایکطرف مرتدین کا استیصال و مانعین زکوٰۃ
کی سرکوبی تو دوسری جانب شام وایران کی فتوحات اور اعداء اسلام پر جہاد کیلئے سب سے
اول اسامہ بن زید اور پھر دوسرے سالار اسلام کی قیادت میں مجاہدین کے لشکر روانہ
کئے اور ما نعین حضرت عمرؓ اور جلیل المرتبہ صحابہ کو اظہار عجب کے باوجود اپنی بے نظیر سیاسی تدبیر کا ثبوت
دیا کہ جس کی بدولت قبائل عرب کی خانہ جنگی کا رخ حفاظت اسلام کے
مقدس فریضہ جہاد کی طرف پھر گیا اور شوکت اسلامی اور شیرازہ ملت
کی استواری میں وہ محیر العقول کامیابی حاصل ہوئی جس کا تصور بھی اس سے
پہلے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں سے کسی کو نہ تھا۔
انصاف سے دیکھو کہ ہیبتناک داخلی فتنہ کے وقت مدینہ سے

باہر جہاد اسلامی کی یہ اسکیم اسلام کی بقا و تحفظ کی کس درجہ ذمہ دار ہیں اور اس کے بعد سوچو کہ یہ سعادت کس کو نصیب ہوئی۔ ابوبکر یا اور کسی کو؟

(۹) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہے نماز کے لئے مسجد میں تشریف نہیں لا سکتے۔ جماعت کا وقت قریب ہے اور سلمان بیچینی سے تشریف آوری کے لئے منتظر ہیں۔ بیہوشی سے افاقہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے نماز کا سوال ہے؟ عائشہ صدیقہ مسلمانوں کے انتظار کا حال بیان کرتی ہیں۔ دربار رسالت سے حکم ہوتا مروا ابا بکر فیصل بالناس۔ ابوبکر سے کہو کہ امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اسلامی تعلیم اور صحابہ کی عملی زندگی بتاتی ہے کہ مسلمانوں کا خلیفہ اُن کا امیر اور اُن کا سپہ سالار ہی اُن کی نماز کا امام بھی ہوتا تھا۔ آج پہلا موقعہ ہے کہ تمام صحابہ مسجد نبوی میں جمع ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے منتظر ہیں۔ مگر آپ اپنی نیابت کا شرف اور آخری وقت میں نیابت کا شرف صرف ابوبکر صدیق کو عطا فرماتے ہیں اور...

عالم نے صدیق اکبر کی حضرت ... کو ... سب سے ... ابوبکر کی نیابت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی

مسجد نبوی میں فاروق[1] بھی ہیں اور ذی النورین[2] بھی، حیدر کرار[3] بھی ہیں اور سیف اللہ[4] بھی، امین ہذہ الامۃ[5] بھی اور اعلم بالحلال والحرام[6] بھی، صاحب مسکا[7] بھی ہیں اور حبر ہذہ الامۃ[8] بھی۔ مگر امامت کا یہ حق اور نیابت نبوی کا یہ شرف صرف ابوبکر ہی کو کیوں دیا گیا؟

محض اس لئے کہ امت سمجھ لے اور اسلام کے اہل حل و عقد فراست دینی سے معلوم کر لیں کہ امامت کبریٰ کے بارہ میں ذات قدسی صفات کا منشا کیا ہے اور نبوت و رسالت کی چشم و ابرو کا رُخ کس طرف ہے۔؟ آخر وہی ہوا۔ سمجھنے والوں نے سمجھا اور جاننے والوں نے وہی کیا جو انہیں کرنا چاہئے تھا!!

غور کرو۔ یہ واقعہ ہے۔ دلیل نہیں ہے حقیقت ہے تاویل نہیں ہے۔ بس اگر اس پر بھی بغض و حسد کی ظلمت و تاریکی نور ہدایت سے محروم رکھے تو یہ کس کا قصور؟ اور دل کی سیاہی زبان سے قول حق نہ کہنے دے تو نور آفتاب کا کیا گناہ۔

(۱۰) خدا اور خدا کے رسول نے مصالح مسلمین کی خاطر اگرچہ انتخاب خلافت کا حق مسلمانوں کو ہی بخشا ہے اور اس لئے زبان وحی ترجمان نے اگرچہ صراحت کے ساتھ خلافت اور نیابت رسول پر کسی کو نامزد نہیں فرمایا۔ لیکن صفحات گذشتہ میں بیان کردہ حالات و واقعات کی بنا پر "کہ جن سے تمام صحابہ کے مقابلہ میں ابوبکر کا مجمع فضائل و کمالات ہونا واضح ہو جاتا ہے" رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی ہستی کی جانب اشارات فرمائے ہیں۔ امامت کے متعلق ارشاد اور ارشاد پر اصرار کا حال تو سن چکے۔ اور سنو حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ فرماتے تھے کہ ایک عورت خدمت اقدس میں حاضر ہوئی آپ نے اس سے بات چیت میں فرمایا کہ دوبارہ پھر آنا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر آپ کو نہ پاؤں (راوی کا بیان ہے کہ عورت کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ کی وفات ہو جائے) تو آپ کا کیا حکم ہے۔ فرمایا اگر میں نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس آنا (بخاری جلد۱) مسلم جلد۲) حضرت انس فرماتے ہیں کہ غار ثور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکر ان دو آدمیوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا (مددگار) خدا ہے (مسلم جلد۲) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مرض الموت میں آپ نے جو خطبہ دیا اس میں فرمایا:۔

ان امن الناس علی فی مالہ وصحبتہ ابوبکر ولو کنت متخذ خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا ولکن اخوۃ فی الاسلام لا تبقین فی المسجد خوخۃ الا خوخۃ ابی بکر (مسلم جلد۲) تمام لوگوں کے مقابلہ میں مالی قربانی اور رفاقت میں مجھ پر ابوبکر کا بہت بڑا احسان ہے۔ اگر میں خدا کے علاوہ کسی کو خلیل بنا سکتا تو ابوبکر میرے خلیل ہوتے۔ تاہم اسلامی اخوۃ کا رشتہ انہی سے قوی ہے۔ مسجد میں کھلنے والی تمام کھڑکیاں ابوبکر کے دریچہ کے سوا بند کر دی جائیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں مجھ سے ارشاد فرمایا ادعی لی ابا بکر اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر (مسلم جلد۲) اپنے والد ابوبکر کو اور اپنے بھائی کو بلا لو تا کہ میں تحریر کر دوں اس لئے کہ مجھے خوف ہے

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۴) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ (۵) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۸) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

ئی آرزومند آرزو کرے یا کہنے والا یہ کہے کہ میں (خلافت کے لئے) اولی
ں اور اللہ اور مسلمان ابوبکر کے سوا کسی کو قبول نہ کریں گے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی بات پر
ر گفتگو ہوگئی۔ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جب
معاملہ پہنچا تو حضرت عمرؓ کی موجودگی میں جو الفاظ آپ نے ارشاد
ائے وہ یہ ہیں ان اللہ بعثنی الیکم فقلتم کذبت وقال
و بکر صدق وواسانی بنفسہ ومالہ فہل انتم تارکو
لی صاحبی؟ اللہ نے مجھ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا تو تم نے سب نے
یکو جھٹلایا صرف ابوبکر ہی ایک انسان تھا جس نے پہلے ہی دن
ری تصدیق کی اور اپنی جان و مال سے میری رفاقت کا ثبوت دیا۔
تم میرے اس رفیق کو میرے لئے چھوڑ سکتے ہو۔ یعنی ان کو میری
طر سے کوئی دکھ نہ دے۔ بخاری جلد ا)

محمد بن حنیفہ نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک
بہ دریافت کیا ای الناس خیر بعد النبی صلے اللہ علیہ
لم قال ابوبکر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون
ں سب سے بہتر ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ابوبکر۔ اسی طرح کی
ب روایت عبداللہ بن عمر سے بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ زمانہ
ت میں ہمارا یعنی صحابہ میں یہ طے شدہ امر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
یہ وسلم کے بعد ابوبکر کا درجہ ہے (بخاری جلد ا)

ان احادیث صحیحہ کو پڑھو اور پھر غور کرو کہ ذات اقدس کی
ء مبارک کیا ہے اور اللہ اور اس کا رسول کیا چاہتا ہے؟ وہی جس کو مسلمانوں
سمجھا اور اس کے مطابق عمل کرکے دکھلایا۔

(۱۱) ابوبکر کا اسلامی خدمات میں ہر خدمت کے وقت پیش
ں ہونا، اسلامی حاجات وضروریات میں تمام صحابہ کے مقابلہ میں
بکر ہی کا علم وتدبر، شجاعت وبسالت، سخاوت وکرم، حلم وعفو،
ق و ایثار غرض تمام فضائل وفواضل میں فائق وبرتر رہنا اور ان
وہ کی بنا پر خدا اور خدا کے رسول کی درگاہ سے خلّت، امامت،
ر یقیت کے بلند مقامات کو حاصل کرنا ہی وہ اسباب ہیں جس نے امت
حومہ کو افضلیت ابوبکر پر متحد ومتفق کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت
رضی اللہ عنہ نے باوجود شکوہ سنجی کے حضرت ابوبکر کے سامنے اُن کی
ضلیت واولیت کا اقرار کیا اور اس کے انکار کو حسد سے تعبیر کیا اور

اسی لئے اپنے صاحبزادہ حضرت محمد بن حنیفہ کے اس سوال پر کہ آپ حضرات (صحابہ) رسول خدا کے بعد کس کو افضل سمجھتے تھے۔ آپ نے یہ جواب دیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ اور اسی لئے ثقیفہ بنی ساعدہ میں تمام اہل حل وعقد نے متفق اللسان ہو کر کہا کہ رسول خدا نے جس کو ہمارے دین (نماز) کا امام بنایا ہو کیوں نہ ہم اسی کو اپنی دنیا کے معاملہ میں امام (خلیفہ) بنائیں۔

(۱۲) کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع امت جس ہستی کے مجمع فضائل وکمالات ہونے کے معترف ہوں اور اس کی اولیت وافضلیت کے شاہد عادل ہیں اور تاریخ کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس کے حالات وواقعات اپنے معاصرین پر برتری اور تفوق کی پرزور گواہی دیتے ہوں تو پھر **کون سی زبان ہے** کہ اس کا انکار کر سکے اور کس کا قلم ہے کہ ان کو مٹا سکے۔ اگر دل میں انصاف اور زبان وقلم میں حق کے اعتراف کی گنجائش باقی ہے تو نقل وعقل یہی بتائی کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر ہی تمام صحابہ سے افضل واعلیٰ ہیں اور تمام صحابہ کے جدا جدا اوصاف وکمالات کا مجموعہ اگر کسی میں نظر آتا ہے تو وہ تنہا ابوبکر ہی کی ذات والاصفات ہے۔

حضرت عمر کے بے نظیر تدبر، حضرت علی کی بے مثال شجاعت، حضرت عثمان کی حیاء ایمانی کا تفوق، حضرت ابوعبیدہ کی صفت امانت کی برتری، حضرت معاذ وحضرت ابن مسعود کے علمی تبحر، حضرت ابن عباس کے تفقہ، حضرت عبداللہ بن عمر کے عشق سنت رسول، حضرت خالد کی سیف الٰہی اور حضرت عمرو بن العاص کی سیاسی بلندی سے کس کو انکار ہے۔ لیکن ان تمام صفات وکمالات کو اگر یکجا دیکھنا چاہتے ہو تو پھر ابوبکر اور صرف ابوبکر ہی کا نام لینا چاہیے۔

یا یہ کہئے کہ اگر ہمارے سامنے مناقب وفضائل کا باب نہ ہوتا۔ اور زبان رسالت سے مناقب صحابہ کی روایات میں سے کسی ایک روایت کا بھی ثبوت نہ ملتا۔ اور صرف اسلام کی تاریخ ہی ہمارے سامنے موجود ہوتی تو ایک ہی ذات ایسی ہے جس کے متعلق بالاتفاق یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبوت ورسالت کے بعد اسی شخص کا وجود اسلام کے ہر ایک شعبہ اور حیات اسلامی کے ہر گوشہ میں نمایاں نظر آتا ہے اور مالی وجانی قربانی میں کوئی اس کا ہمسر نظر نہیں آتا، وہ ابوبکر اور تنہا ابوبکر ہی کی ذات ہے اور بس۔

# یا غریبا

(مولانا قاضی عبدالحفیظ صاحب اظہر مبارکپوری)

میرے دل کی بیقراری کو قرار آنے لگا — نام تیرا جو زباں پر بار بار آنے لگا

اِن اَکرَمَکُم بلب بے اختیار آنے لگا — لفظ اتقاکم کا معنی آشکار آنے لگا

پھر کشش کھینچے لئے جاتی ہے کوہ دشت میں — ہمسفر بنکر خیال یار غار آنے لگا

قیس آوارہ چلا ہے آج سوئے نجد پھر — ناقۂ لیلےٰ کا وہ سجکر سوار آنے لگا

سید کونین نے اپنی ودیعت بخش دی — تیرے صدق و فضل کا جب اعتبار آنے لگا

زخم دل مجبور کرتے ہیں مجھے فریاد پر
در پہ تیرے آج اظہر دل فگار آنے لگا

---

## (بقیہ صفحہ ۳)

امت اسلامیہ - خلافت ضرورت خلافت - خصائل نبوت - مرتبہ صدیقیت - اقسام خلافت - تعریف خلافت - خلافت راشدہ منتظمہ - خلافت غیر منتظمہ - فرائض نبوت - خلافت خاصہ - خلافت رحمت یا خلافت علیٰ منہاج النبوت - اقسام سلطنت - فرق مراتب صحابہ - خلفاء راشدین - عام مومنین اور اولیاء اللہ - صدیق و فاروق کا فرق

مذکورہ دو مضمونوں کے علاوہ ایک نہایت لطیف نظم ہوگی جس میں جملہ حضرات اہل صفہ کے اسماء گرامی اور اُن کے حالات نہایت دلدوز طرز سے جمع کئے گئے ہیں۔ وہ انشاء اللہ صحافت اردو کا بہترین اور بالکل جدید شاہکار ہے۔

۳ - قائد کا سالانہ چندہ ہندوستان کے لئے دو روپیہ ہے - لیکن پندرہ جون تک ایک روپیہ آٹھ آنے رہے گا۔

۴ - جو حضرات یکم مئی تک عہ ارسال فرما دیں گے اُن کو صدیق نمبر سے ہی خریدار شمار کیا جائیگا۔ چنانچہ یہ نمبر انکی خدمت میں ارسال کیا جائیگا۔

۵ - جن حضرات کا چندہ ختم ہوگیا ہے وہ اپنا چندہ مرحمت فرما کر اس سال بھی قائد کی سرپرستی فرمائیں۔

# قابل قدر اور عظیم الشان خدمت

# خاکسار نمبر

لفظ خاکسار کا انقلاب بھی کسقدر عجیب ہے - اور کتنی تیزی کے ساتھ ظہور پذیر ہوا۔ لفظ خاکسار ایک لفظ تھا - عجز و انکسار کے موقعہ پر مہذب شخص اس کو استعمال کیا کرتا تھا - مگر اب خاکسار فتنہ بن گیا - اور خاکساریت ایک دجل آمیز تحریک۔

علماء ملت نے بارہا اس تحریک اور بانی تحریک کے متعلق تبصرے فرمائے مگر پھر بھی اس تحریک کے کچھ گوشے مخفی رہ گئے۔

ادارہ قائد نے طے کیا ہے کہ ماہ جون ۱۹۴۰ء میں اس تحریک کے متعلق مدلل اور اطمینان بخش تبصرے اور تنقیدات شائع کرے - یہ رسالہ غیر معمولی حیثیت رکھے گا۔ بخصوص اہل قلم حضرات نے قلمی امداد کا وعدہ بھی فرما لیا ہے - دیگر اہل قلم حضرات سے استدعا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ۲۰ مئی تک اپنے مضامین ارسال فرما کر ادارہ قائد کو تشکریہ کا موقعہ بخشیں۔

## ایجنٹ صاحبان

خاص توجہ سے کام لیں - یقین ہے کہ یہ نمبر خاص قبولیت حاصل کرے گا۔ (انشاء اللہ) ایجنٹ صاحبان پہلے ہی ضرورت کے بموجب آرڈر دیدیں۔ دیر میں رسالہ کے پہنچنے کا وعدہ نہیں کیا جا سکتا - عام رسالوں کے مطابق یعنی ۳ر اس کی عام قیمت ہوگی۔

## اطلاع

خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری کا حوالہ ضرور دیا کریں - نیز اپنا پتہ صاف خوشخط تحریر فرمایا کریں - اپنا چندہ ۱۵ر جون تک ارسال فرما کر مذکور الصدر رعایت سے فائدہ حاصل کریں - (مینجر)

# امام صاحب دہرہ دون اور تردید خاکساریت

## "میں واقف نہیں تھا۔ اس لئے سلامی لی اور دعا کردی"

یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ماسٹر عنایت اللہ صاحب مشرقی کو یورپ میں جس طرح تحریف مذہب کی تعلیم توجہ کے ساتھ دی گئی اسی طرح جھوٹے پروپیگنڈے کی بھی آپ کو کافی مشق کرائی گئی۔ آپ کے متوسلین و منتسبین بھی اس فن کو پوری کوشش سے حاصل کرتے رہتے ہیں۔ پروپیگنڈے کی دوسری صورتوں میں سے نہایت اہم اور موثر صورت وہ ہے جس کو سلامی کہا جاتا ہے

جہاں کوئی آدمی ملا سلامی دی۔ اور اخبار میں شائع کر دیا۔ تاکہ دوسرے بھولے بھالے مسلمان یہ خیال کریں کہ وہ مقتدر صاحب خاکسار تحریک کے اتنے بڑے ہمدرد اور حامی ہیں کہ خاکسار اُن کو سلامی دیتے ہیں۔

عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر دہرہ دون میں امام صاحب عیدگاہ کو سلامی دیدی۔ امام صاحب نے چند مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ صف بستہ سلامی دے رہے ہیں، خوش ہوئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا دیدی۔

بس پھر کیا تھا۔ پروپگنڈا شروع ہو گیا کہ امام صاحب دہرہ دون خاکسار ہو گئے۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب امام صاحب کو اس چالاکی کا علم ہوا۔ اور ماسٹر عنایت اللہ صاحب مشرقی کے عقائد باطلہ سے آگاہی ہوئی تو سخت ملال ہوا۔ چنانچہ امام صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ

**میرا عقیدہ ہے کہ یہ تحریک اسلام کے خلاف ہے اور بانی تحریک کے عقائد سراسر زندقہ اور الحاد ہیں۔ نہ میں خود خاکسار ہوں نہ کسی مسلمان کے لئے جائز سمجھتا ہوں کہ وہ اس تباہ کن تحریک میں شریک ہو۔ معاذ اللہ من ذلک۔** رحیم عبدالمومن امام مسجد مشن اسکول دہرہ دون

# وہ مرض

جس کو میاں بیوی سے اور بیوی میاں سے ظاہر کرتے شرماتی ہے۔ غیر شادی شدہ اپنے بزرگوں سے کہتے ہوئے ...

یہ سفید رطوبت جو بیشا

امراض دبا لیتے ہیں۔ اک

نامی دوا پیش کی ہے جو

رجسٹرڈ نمبر اے

زعیم ملت، مجاہد اعظم، امیر الہند

# حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم کی پرزور اپیل!

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم



میں نے رسالہ قائد کے بعض بعض مضامین دیکھے، میں پہلے
ہی سے اس کے کارکنوں سے واقف ہوں سب کے سب ماشاء اللہ
ماہرین علم وفضل اور صحیح الخیال اشخاص اور اہل کمال افراد ہیں
ان میں بہت سے حضرات نے خدمات ملیہ اور وطنیہ میں عالی ہمتی
کیساتھ بہت سی قربانیاں بھی دی ہیں، مجھکو قوی امید ہے کہ قوم مسلم
اور تمام ہندوستانیوں کے لئے ان حضرات اور رسالہ کی رہنمائی
نہایت صحیح اور بہت زیادہ مفید اور کارآمد ہوگی، میں تمام ہندستانیوں
اور بالخصوص مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کی
ہمت افزائی کریں اور اس کی خدمت میں بیش از بیش حصہ لیکر
اپنے فرائض سے سبکدوشی حاصل کریں، میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس کو بیش از بیش توفیق عمل اور توفیق اصلاح دے اور ہر قسم کی
خرابیوں سے بچائے۔ آمین، وباللہ التوفیق"

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

(مولینا سید) محمد میاں پرنٹر وپبلشر نے شاہی برقی پریس مرادآباد میں چھپوا کر شائع کیا